کسبِ کمال

(دینی مقالات)

شاہد زبیر

Marfat.com

Marfat.com

DA

کسبِ کمال

شاہد زبیر شعبہ پولیٹیکل سائنس
سیشن 1967-1969
[illegible] لائبریری کے لیے

(دینی مقالات)

شاہد زبیر

Marfat.com

۲۹۷۶۱۸
کس 28 ش
۱۱۲۰۵۹

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

پبلشرز : دستک پبلیکیشنز گلگشت ملتان

کمپوزنگ : افضال گجر (کمپیوٹر لنکس گلگشت ملتان)

ٹائیٹل/گرافکس : جواد حفیظ/کامران

پرنٹرز : شاہکار سعیدی پرنٹنگ پریس ملتان

اشاعت : نومبر 2012ء

قیمت : 300روپے

رابطہ : شاہد زبیر

0323-8636111,061-6521019

69 نشیمن کالونی بوسن روڈ ملتان

دستک پبلی کیشنز گول باغ گلگشت ملتان

0302-7766622

dastakpublication@yahoo.com

Marfat.com

۲۵-۱۰-۲۰۱۴

انتساب

صہیب مرغوب

کے نام

Marfat.com

تخلیقات مصنف

.....	کمال مطلوب	تحقیقی مضامین	.....	اپنائیت کا سفر	نثری نظمیں
.....	آگہی	تحقیقی مضامین	.....	منسوخ نیند	نثری نظمیں
.....	ترغیب	دینی مقالات	.....	سوچ میں بیٹھے رنگ	نثری نظمیں
.....	حاجت مطلوب	مجموعہ وظائف	.....	کروسان	مختصر نظمیں
.....	قرآنی پیشین گوئیاں	قرآن پاک سے	.....	سرخ موسم	نثری نظمیں
.....	کیمیائے سعادت	تلخیص	.....	کمہار کے برتن	نثری نظمیں
.....	کشف المحجوب	تلخیص	.....	سات سطروں کی کہانیاں	نثری نظمیں
.....	کیمیائے ہدایت	تصوف	.....	دیوانے کا روزنامچہ	نثری نظمیں
.....	حکایاتِ اولیاء	تاریخی ادب	.....	برف کی قاشیں	نثری نظمیں
.....	حکایاتِ صفوریؒ۔ غزالیؒ	تاریخی ادب	.....	گھنے جسم میں ملاقات	نثری نظمیں
.....	کسبِ کمال	دینی مقالات	.....	چوری کہانیاں	مختصر نظمیں
.....	گھاس پر لکھی کہانیاں	افسانے	.....	نمائندہ امریکی نظمیں	ترجمے
.....	برف پر لکھی کہانیاں	افسانے			
.....	زمین پر لکھی کہانیاں	افسانے			

آنے والی کتابیں

..... نبیوں کی کہانیاں (قرآن پاک سے) ..... دیانت (سیرت نبوی)

..... مقالاتِ جیلانیؒ ..... جسمانی وروحانی امراض

..... سفرنامہ امریکہ

Marfat.com

کسب کمال

کسب کمال میرے مضامین کی چوتھی کتاب ہے۔ یہ ایسے دینی مضامین کا مجموعہ ہے جنہیں میں اکثر اپنے دینی رجحان کی تشنگی دور کرنے کے لئے لکھتا ہوں۔ ایسے مضامین رسالوں اور اخباروں میں وقتاً فوقتاً چھپتے رہتے ہیں۔ روزنامہ جنگ کے 'اقرا' ایڈیشن نے اس سلسلہ میں میرے شوق کو بڑھانے میں بڑی مدد کی ہے۔ میرے پہلے دو مجموعوں کی اکثریت ان مضامین کی تھی جو 'جنگ' کے جمعہ کے روز شائع ہونے والے دینی صفحہ پر شائع کیے گئے۔ لکھنے والوں میں ملک کے جید مذہبی علماء کی تحریریں شائع ہوتی ہیں۔ ان میں دینی فقہا کے نام بھی ہیں اور اس سلسلہ میں روزنامہ کی بڑی گرانقدر خدمات ہیں۔ ان بڑے ناموں میں کبھی کبھی میرا نام بھی جلی حروف میں لکھا جاتا ہے اور میں اس جماعت میں کھڑا ہونے کو اپنے لئے فخر کا سبب سمجھتا ہوں۔ اظہار تشکر میں، میں نے اس کتاب کا انتساب صہیب مرغوب انچارج میگزین روزنامہ 'جنگ' کے نام کیا ہے جن سے میں کبھی نہیں ملا مگر یہ اس احسان کا ادنیٰ تشکر ہے جو وہ مجھ پر کرتے رہتے ہیں اور میری تحریک کو زندہ رکھنے میں معاون ہیں۔

پہلے شائع ہونے والی کتابیں "کمال مطلوب"، "آگہی" فضائل اعمال پر مختصر مضامین تھے۔ جبکہ ترغیب میں شائع ہونے والے مقالات / معارف دینی پر طویل علمی تحریریں تھیں۔ تینوں مجموعوں کو قدیم دینی و مذہبی مرکز ملتان کے ایک شاندار ادارے بیکن بکس نے شائع کیا۔ اس کے مالکان دینی موضوعات کی اشاعت کے لئے شاندار شہرت رکھنے کے ساتھ، ترویج اسلام میں اپنا حصہ ڈالتے رہتے ہیں۔ اپنے کاروبار کو پاک رکھنے کے لئے دینی کتب کی اشاعت کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

میں نے مضامین کے موضوعات کے انتخاب میں ہمیشہ اس بات کا خاص طور پر اہتمام کیا ہے کہ مضامین کی زبان عام فہم، سلیس رہے اور روزمرہ میں کام آنے والی مفید دینی معلومات جمع کی جائیں۔ موضوعات ایسے ہوں جو ہماری نئی نسل کے ذہن سے مفقود ہوتے جا رہے ہیں یا پھر وہ بنیادی احکامات جن سے وہ موجودہ زمانے کی رفتار کے سبب دور ہو رہے ہیں۔ تجدید کر دی جائے تا کہ نئی نسل تک وہ

Marfat.com

معلومات دوبارہ پہنچادی جائیں جن سے روزمرہ میں غلط کام کی انجام دہی سے بچ کر نیکی کی طرف رجوع کریں۔ وہ سیدالمرسلین ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوں۔ ان مضامین کو پڑھ کر انسانی ادراک میں خداخوفی کا شعور پیدا ہو۔

نبی کریم ﷺ کے پردہ کر جانے کے بعد امت کے علماء اور صوفیا نے اس عظیم تر مقصد کو زندہ رکھا بندوں کو راہ نجات پر قائم رکھنے کے لئے اپنا طرز عمل اور طرز زندگی مثال بنا کر شریعت کو سمجھایا۔ امر و نہی پر قائم رہے۔ دینی معارف پر عمدہ ترین تحریریں لکھیں، یہ مضامین انہی پیغامات کی بازگشت کے طور پر معرض وجود میں آئے ہیں۔ میرے پہلے تینوں مجموعہ ہائے مضامین کو لوگوں کی اکثریت نے سراہا اور خاص طور پر کالجوں، یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے ہاں وہ مقبول ہوئے، نتیجتاً یہ کتابیں اکثر طلبا کو انعام کی صورت میں عطا کی گئیں۔ میں ایسے اساتذہ اور تعلیمی اداروں کے سربراہوں کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے ان کو طالب علموں کے لئے سہل اور مفید جانا۔

میرے خیال میں مضمون نگاری ایک بے حد مشکل صنف ہے جس میں انتہائی اختصار کے ساتھ ایک جامع بات کو موضوع سے جدا ہوئے بغیر قاری کے ذہن میں دلنشین طریقے سے اتارنا جس سے وہ بیزار ہونے کی بجائے محظوظ ہو اور بہتر عمل کی تحریک پائے۔ ان باتوں کا خیال رکھنے کی ہمیشہ عاجز نے کوشش کی ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ ہر بیان میں موضوع سے علیحدہ ہو کر کوئی بات نہ کی جائے اسے قرآن اور سنت کے مستند حوالوں کے ساتھ بیان کیا جائے۔ اس معنوی ربط کی شعوری کوشش کو آپ ضرور نوٹ کریں گے۔

ساری حمد اور شکر کا مالک وہی ہے جو اپنے لطف و کرم سے مجھ جیسے عاصی اور فقیر کو گاہے بگاہے ایسے کام پر مامور کر دیتا ہے کہ میں اس کے پیغام برحق کی تجدید میں اپنا ذرہ بھر حصہ ڈالوں، ایسے کاموں میں بشری قوت سے کہیں زیادہ غیبی حکم اور مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسا کہ میں نے ایک جگہ لکھا تھا کہ معارف بلند کو سمجھنا اور پھر ان کو دوسروں تک پہنچانا، ابرار عالمین اور صالحین کا منصب ہے۔ اس میں بھی انہیں عجز کا اعتراف رہتا ہے مجھ فقیر کا عاجزی کی حد تک اس میں حصہ ہے۔ کسب کمال کے حصول میں میری ترغیب اسی عجز کی ترغیب ہے۔

شاہد زبیر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد
وعلی ال محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم
انک حمید مجید ۝
اللھم بارک علی محمد وعلی
ال محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی ال ابراھیم
انک حمید مجید ۝

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	قرآن کے علوم	1
2	یکتائی	4
3	قرآن کا اسلوب	11
4	ادبی خصوصیات کی بلند ترین کتاب	15
5	کلام باری تعالیٰ	18
6	حسب ونسب	21
7	افضل الانبیاء	26
8	آمد رسول عربی ﷺ	29
9	نعت شریف	34
10	محمد ﷺ ایک عظیم مدبر	39
11	سارے جہانوں کا نبی ﷺ	41
12	سرور کائنات ﷺ کا لباس	44
13	اہلِ بیت	51
14	استقبال کعبہ اور مسجد کے احکامات	59
15	اعمال کی روشنی	63
16	پرہیزگاری کا لباس	68
17	بوڑھوں کی تعظیم اور والدین کی اطاعت	73
18	روحانی بیماریاں اور ان کا علاج	76
19	فصوص الحکم کے خالق	87
20	دلائل الخیرات	89
21	قصیدہ بردہ شریف	92
22	تصوف کیا ہے	96

Marfat.com

کسبِ کمال...

قران کے علوم

قران ایسی جامع کتاب ہے جس میں بنی نوع انسان کے لیے معاشرتی، معاشی، سیاسی غرض کہ زندگی کے تمام پہلوؤں کے قاعدے اور قوانین بیان کر دیئے گئے ہیں تاکہ بندہ اپنے رب کی اطاعت میں کسی کوتاہی کا مرتکب نہ ہو۔ قران پاک کے پیغام کو لوگ اس کے نزول کے ساتھ ہی، تشریح کرتے چلے آئے ہیں۔ قران کی زبان چونکہ عربی ہے اس لیے اس کے معنوی ادارک کے لیے اس کی بنیادی زبان کی جان کاری لازم آتی ہے۔ اس اعتبار سے اس کے احکامات کی بالتفصیل علمیت کے لیے چند باتیں ناگزیر ہیں۔ مثلاً تفسیر یعنی مفسر ہونا۔ گویا تفسیر کی ضرورت اور اس کے لوازمات پر بحث کے لیے اولیٰ قسم کا تدبر اور فہم درکار ہے۔ اس سے اگلے مرحلے پر قران کے پیغام کے صحیح صحیح ادراک کے لیے اس کے اسباب نزول کا علم آئے گا۔ جب تک کسی آیت کے آنے کا سبب اور اس سے متعلق موقعہ محل کو مربوط نہ کر لیا جائے۔ تسلی بخش تشریح سمجھ میں نہیں آسکتی۔ پھر قران پاک کے پیغامات نے وقت اور زمانہ کی ترتیب سے انسانوں کی تربیت کی۔ عرب لوگ جاہل بدو اور بھٹکی ہوئی قوم تھی۔ اس پر قران کے احکامات اگر ایک ہی دفعہ نازل کر دیئے جاتے تو اس سے نہ صرف الجھنیں پیدا ہوتیں بلکہ انتشار پیدا ہوتا۔ ان کی تربیت کے لیے مرحلہ وار قرینے کی ضرورت تھی اس اعتبار سے بہت سی چیزیں ان کو آمادہ کرنے کے لیے شروع میں مباح قرار دی گئیں اور پھر رفتہ رفتہ انہیں قبیح قرار دے کر منسوخ کر دیا گیا۔ اس اعتبار سے پیغامات کی ترسیل میں بھی تبدیلی آنی ضروری تھی۔ اس کو بعض احکامات و آیات وقت کے ساتھ بدل دیئے گئے۔ آیات منسوخ کر کے ان کی جگہ نئے احکامات بھیج دیئے گئے۔ اس لیے قران سے صحیح افادہ حاصل کرنے کے لیے علوم قرآن میں تفسیر کی ضرورت، اسباب نزول کے بعد ناسخ و منسوخ کا علم ضروری ہے۔

قران مجید کے حقیقی ادراک کے لئے، اس کے بعد اس کے اعجاز کو سمجھنا ضروری ہے۔ یعنی قران کا اعجاز کیا ہے قران ایسی کتاب ہے جو بنیادی طور پر مالک دو جہاں کا حقیقی کلام ہے۔ جب ایک کلام ایک بے نظیر اور لاثانی قوت کی طرف سے آئے تو اس کا منفرد اور جداگانہ ہونا بھی ضروری ہے۔

Marfat.com

لہذا یہ بات لازم ٹھہرے گی کہ اس کی مثال نہ بنائی جا سکے۔قران نے یہ چیلنج دیا کہ مخلوق کتنی بھی تیز، فطین اور ذہین کیوں نہ ہو جائے اپنے خالق سے مقابلہ نہیں کر سکتی۔لہذا چیلنج دیا گیا کہ قرآن پاک کی کسی آیت کی کوئی مثل بنا کر دکھاؤ اور ثابت کرو کہ اس کو پھیلانے والے نبیؐ نے یہ خود گھڑ لیا ہے۔یہ اختراع ہے تو کوئی شخص اگر چاہے تو انسانی کلام کی نقل تو تیار کر سکتا ہے لیکن اللہ پاک یعنی خالق و مالک، یکتا اور بے مثل کے کلام کی نقل نہیں کی جا سکتی یعنی کوئی ایسی آیت خود سے گھڑ کر نہیں لا سکتا۔گویا یہ دلیل ہے کہ نبیؐ بھی تمہاری طرح ایک بشر ہے اور اسے بھی توفیق نہیں کہ وہ آئتیں گھڑے۔لہذا وہی کچھ بیان کرتا ہے جو اسے موصول ہوتا ہے۔اس سے نبیؐ کے اس کام کے لیے انتخاب سے اس کی بزرگی و برتری ثابت ہے اور دوسرے اس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

قران پاک میں اگلی ضروری بات امثال القران ہے۔قران میں بے شمار جگہوں پر چیزوں کو مثالیں دے کر سمجھایا گیا ہے کیونکہ عرب قوم شعور اور عقل میں پختہ نہیں تھی۔اس کو مثالیں دے کر سمجھانا ضروری تھا۔استدلال کے اس طریقے سے ان کو راہ راست پر لانا آسان تھا۔بتایا گیا کہ دل آنکھ اور دماغ رکھ کر غور نہ کرنے والوں کی صورت ان چوپایوں کی سی ہے جو غور کرنے سے محروم ہیں۔اللہ پاک نے انسان کو عقل عطا کی ہے۔جس کے ذریعے وہ حق اور سچ کی تلاش کر سکے۔عقیدہ شرک مکڑی کے جالے کی مانند ہے۔

قران محکم اور متشابیات کا مجموعہ ہے۔پہلی قسم کی تعلیم میں محکم آئتیں تاری گئیں جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں یعنی اپنے معنوں میں اٹل اور ظاہر ہیں۔دوسری تعلیم متشابہات کی ہے یعنی ایسی آتیں جس کا مفہوم و مدعا غیر واضح اور غیر قطعی ہے۔

پہلی تعلیم توحید رسالت، حلال حرام وغیرہ جیسی باتوں پر مشتمل ہے اور دوسری تعلیم کچھ ماورائے عقل حقائق بیان کرتی ہیں۔یہاں یہ بات واضح کرنی ضروری ہے کہ انسان اپنی ناقص عقل کے سبب ان کا صحیح ادارک کرنے قاصر ہے۔مثلاً اللہ پاک کا وجود، موت کے بعد کی زندگی، آخرت میں سوال وجواب۔عذاب ثواب کا فلسفہ۔سورۃ آل عمران کی ایک آیت ہے کہ اس کتاب اللہ کی تاویل کوئی نہیں جانتا مگر علم میں راسخ اس میں ایمان رکھتے ہیں گویا اگر اسے اس طرح کہا جائے کہ متشابہات کی تاویل اللہ تعالیٰ کے بعد راسخ علم ہی جانتے ہیں۔گویا محکم وہ آیات میں جو واضح اور بین ہیں اور صراحت میں کسی

Marfat.com

تفسیر کا تقاضا نہیں کرتیں اور متشابہ وہ آیات ہیں جو بیان کی محتاج ہیں کیونکہ ان میں سے بیک وقت کئی معنی اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

اگلی اہم بات قران کی 'اقسام' یعنی قران پاک میں جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ قسموں کے بارے میں بنیادی بات یہ ہے کہ قسم اس چیز پر کھائی جاتی ہے جس کے بارے میں خدشہ ہو کہ لوگ اس بات پر بھروسہ نہیں کریں گے۔ دوسرے قسم ہمیشہ بلند مرتبہ چیزوں کی ہی کھائی جاتی ہے۔ قران میں بنیادی عقائد یعنی توحید رسالت اور آخرت پر قسمیں کھائی گئی ہیں۔ دوسری قسم کی قسمیں وہ ہیں جن کو در حقیقت شہادت کے طور پر لایا گیا ہے۔

قران پاک نے اپنے استدلال میں سابقہ انبیاء کرام اور ان کی دعوت اسلام کے واقعات درج کئے ہیں۔ در حقیقت قران کوئی قصوں کی کتاب ہرگز نہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب سورۃ فاتحہ میں کہا گیا کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان کا راستہ، جن پر تیرا انعام ہوا تو یہ مثال تاریخ سے لائی گئی اور اسی طرح "نہ کہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا۔ دوسرا استدلال تاریخ کے ساتھ جوڑنے کا یہ ہے کہ یہ کوئی نیا دین نہیں بلکہ اللہ پاک کا دین ایک ہی ہے جو بار بار ہدایت کے لیے دوہرایا گیا اور مختلف رسولوں اور شریعتوں کے ذریعے بھیجا گیا جو آخر کار اپنے کمال کی آخری حد کو پہنچ کر وحی اور نبوت کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔ قصص بیان کرنے کا ایک اور جواز یہ ہے کہ اللہ کی سنت اور فطرت کا قانون اٹل ہے جس کو رسولوں کے معاملے میں برتا گیا ہے اور اس سنت میں کوئی تغیر نہیں آیا۔

Marfat.com

یکتائی

انسان کی، معبودِ حقیقی کی تلاش اتنی ہی پُرانی ہے جس قدر انسانی تاریخ۔ حضرت آدمؑ جب دُنیا میں تشریف لائے، تو اُن کے سامنے ایک معبودِ حقیقی کا واضح تصور موجود تھا لیکن رفتہ رفتہ انسان نے گمراہی اختیار کرلی۔ اور پرستش کے لیے دیوی دیوتا بنالیے۔ اُن کے نزدیک ایک غائب خدا کی عبادت ایک دشوار کام تھا اور وہ اپنے تصور میں انہماک حاصل کرنے میں کمزوری محسوس کرتے تھے۔ اول دور میں انسان اپنی جاہلیت کے سبب بہت خوفزدگی کی زندگی بسر رہا تھا اور اُسے مظاہر قدرت بہت زیادہ خائف رکھتے تھے۔ ان سے خوف کے سبب وہ سمجھنے لگا کہ شائد وہ ''خدا'' ہیں اور جونہی کوئی مصیبت آتی وہ ان کے سامنے سرنگوں ہو جاتا۔ رفتہ رفتہ حضرت آدمؑ کا تصور خدا ماند پڑ گیا اور لوگوں نے اپنے اپنے بت تراش لیے۔ مسیحی مبلغ شمٹ نے خدا کے اولین تصور کو ہر اپنی تحریر The Origin of the Idea of God میں لکھا کہ شروع میں انسان ایک ہی خدا کی پرستش کرتا تھا۔ ایک طویل عرصہ تک یہ خیال غالب رہا اور وہ اُس کی عبادت کرتے اور اپنے تمام معاملات کی نگرانی کو اُسی کا کام سمجھتے۔ یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ نگران ان کی غلطیوں کی سزا بھی دے گا۔

یہ عین انسانی فطرت ہے کہ وہ طاقتور کی بالادستی کو ہمیشہ سے تسلیم کرتا آیا ہے۔ مظاہر قدرت سے قدرت کی طاقت کا اظہار ہوتا تھا لیکن مظاہر پرستی کے لوگوں کو 'ایمان بالغیب' میں کوئی کشش محسوس نہیں ہوتی تھی۔ وہ اشیاء یا مظاہر جن کو وہ دیکھ سکتے تھے، اُن کی پوجا پر مائل ہو جاتا۔ دُنیا میں جتنے بھی مذاہب آئے اُن کی بنیادی ردم یہی تھی کہ دُنیا جس نے بنائی ہے دور بیٹھا۔ دُنیا کے معاملات کی نگرانی کر رہا ہے۔ اور یہ خدا ان کے سارے اعمال کا نگران ہے۔ 'ایک اللہ' نے انسان کو اپنی محبت سے پیدا فرمایا ہے۔ وہ انسان کا پالنے والا رزق دینے والا، ان کی پکار کا جواب دینے والا ہے اسکے بے بہا خزانے، انسان کے لیے وقف ہیں اور آنے والے کل میں اچھے عمل کے عوض میں کسی بڑی نعمت سے بھی نوازے گا۔

جوں جوں انسان گمراہی کے گڑھوں میں گرتا، کائنات کا خالق ان کے لیے اپنے پیغام کی

Marfat.com

تجدید اپنے پیغمبروں کے ذریعے کرتا رہا کہ جس مقصد کے لیے اُسے پیدا کیا گیا ہے، اُسے فراموش نہ کرے۔ یہ پیغمبر اللہ کے قوانین وقتاً فوقتاً قوموں تک لے جاتے، اصلاح ہوتی، لوگ حقیقی پیغام کی طرف لوٹ آتے لیکن کچھ عرصہ اور پھر گمراہی جنم لینے لگتی۔ ایسی صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کچھ رسول دُنیا میں بھیجے جن کو الہامی پیغامات کے ذریعے احکام الٰہی کی دستاویز بھی عطا کی گئیں۔

تاریخ کے اس سفر میں مختلف مذاہب دُنیا میں آئے اور ہر مذہب کے پیامبروں نے خدائی پیغام کی ترویج سے تاریخ میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ خدا کے تمام تر پیغامات کی بنیادی رُوح یہی تھی کہ اللہ ایک ہے، اُسے کسی نے نہ جنا ہے اور نہ ہی اسکا کوئی ہمسر ہے۔ وہ دُنیا کی تخلیق کا اکیلا مالک ہے اور دُنیا کے تمام اسباب اُسی کے پیدا کردہ ہیں۔ وہ گناہگاروں کو اپنے پیغام کی طرف آنے، اسکے احکامات کی تعمیل وتکمیل میں کوتاہی پر معافی عطا کرتا ہے اور دُنیاوی زندگی اُسکے احکامات کے مطابق بسر کرنے پر انعام وکرام بھی فرماتا ہے۔ لیکن اسکی بلاشرکت غیرے حاکمیت کو اگر کوئی تسلیم نہیں کرتا تو اسکے لیے کڑی سزائیں اور جہنم موجود ہے۔ دُنیا میں اب تک آنے والے تمام مذاہب نے اسکی یکتائی کو تسلیم کیا ہے اور شرک سے اجتناب کیا ہے۔ تاہم کم علمی اور بداعتقادی انہیں گھسیٹ کر شرک پر مائل کرتی ہے۔ آیئے مختلف مذاہب میں اللہ کی یکتائی کو تلاش کرتے ہیں۔

ہندو مذہب میں خدا کی یکتائی:

اگر چہ ہندوؤں کی اکثریت تین دیوتاؤں کے نظام کے حامی ہیں اور ۳۳ کروڑ دیوی دیوتاؤں کے پیروکار ہیں لیکن ان کتابوں کا مؤثر علم رکھنے والے پڑھے لکھے۔ عالم اس بات پر متفق ہیں کہ انہیں ایک ہی خدا کو ماننا چاہیے۔ بھگوت گیتا جو ہندوؤں کی اعلیٰ ترین کتاب ہے اسکے باب ۷ اشلوک ۲۰ میں کہا گیا کہ مادہ پرست خود ساختہ دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں یعنی ایک سچے خدا کے سوا۔ ہندوؤں کی ایک مقدس کتاب ''اپنشد'' میں لکھا ہے۔

وہ واحد ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں	1:1:6 سویتا سویترا
اسکی مانند کوئی بھی نہیں	19:4 سویتا سویترا
اسکے ماں باپ ہیں نہ کوئی مالک اور آقا	9:6 سویتا سویترا

ہندوؤں میں چار کتابیں ہیں جو مستند خیال کی جاتی ہیں۔ رِگ وید، یجر وید، سام وید اور اتھرب

Marfat.com

وید، یجر وید کے اشلوک میں کہا گیا۔

اسکی کوئی متعین شکل نہیں ہے

(3:32 تانسیا پرو۔ تما الحق)

وہ خود ہی اپنا خالق ہے اسے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہے۔

(8:40 یجر وید)

چونکہ اسے کسی نے نہیں جنا، اس لیے وہی پوجا کے لائق ہے

(یجر وید)

دوسری وید ''اتھر وید'' کے اشلوک ہے۔

اے پالنے والے تو یقیناً شاندار ہے

(اتھر وید)

تیسری وید ''رگ وید'' میں کہا گیا

رہے براہما (پیدا کرنے والا خالق)

اسکی کوئی متعین شکل نہیں

(3:32 رگ وید)

''رگ وید'' میں اللہ قادر مطلق کو ''وشنو'' کا نام دیا گیا ہے جس کا مطلب رازق اور عربی ترجمہ ''رب'' ہے۔
میرے سنگی کسی کو پوجا نہ کرنا۔ مگر اسکی جو آسمان والا ہے۔

(1:1 رگ وید)

ہندوؤں کی کتاب گیتا میں بیان ہوا ہے

نیک لوگ میری عبادت کرتے ہیں میں ایک ہوں۔

(گیتا 9:15)

بہترین عقلمند ہے جو ایک خدا کی پرستش کرتا ہے۔

(گیتا 7:17)

میں ہر جگہ رہتا ہوں۔ ہر چیز کی ابتداء، وسط اور انتہا ہوں۔

Marfat.com

(گیتا 15:20)

میں ہی ام ہوں۔

(گیتا 10:25)

مچھلیوں کا خالق ہوں۔

(گیتا 10:31)

سکھ مذہب میں خدا کی یکتائی:

گرو گرنتھ کا آغاز ہے

"پالنہار ایک ہی ہے۔ جسے سچا اور بنانے والا کہتے ہیں
جسے نہ خوف آتا ہے نہ نفرت۔ اسے فنا نہیں ہے اسے کسی
نے نہیں جنا۔ وہ ہمیشہ سے ہے عظیم ہے اور مہربان"

خدا کی صفات کے بیان میں اُسے 'اکال' یعنی جسے فنا نہیں کیا جا سکتا۔ وہ پروردگار ہے، رحیم ہے، کریم ہے۔ واہ گرو، یعنی واحد خدا۔

پارسی مذہب میں یکتائی

پارسی مذہب کی دو کتابیں ہیں۔ (ا) دساتیر (۲) اولیتا۔

ان کتابوں کے مطابق خدا ان اوصاف کا حامل ہے۔ وہ ایک ہے۔ اسکا کوئی ثانی نہیں۔ نہ اسکا کوئی آغاز ہے نہ انجام۔ اسکا نہ کوئی باپ ہے نہ بیوی نہ اولاد۔ اسکی تجسیم ممکن ہی نہیں۔ وہ تخیلات سے ماورا ہے۔ وہ تم سے زیادہ تم سے قریب ہے۔ اولیتا میں اسے، خالق۔ قادر مطلق۔ مہربان اور فیاض کہا گیا ہے۔

یہودی مذہب میں یکتائی

یہودی سامی مذہب کے پیروکار ہیں جو حضرت موسیٰ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں۔

Marfat.com

تورات کی پانچویں کتاب ''استثنا'' میں موسیٰؑ کا فرمان ہے۔

سو اے بنی اسرائیل ہمارا خدا ایک ہے۔

بائبل میں کہا گیا

میں ہی ہوں مالک و آقا اور میرے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔

(بائبل عسیائیہ 11:43)

میں خدا ہوں اور کوئی نہیں میرے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔

(بائبل عیسائیہ 5:45)

میں ہی خدا ہوں کوئی دوسرا نہیں اور میرا کوئی ثانی نہیں۔

(بائبل عیسائیہ 9:46)

عیسائیت میں یکتائی

حضرت عیسیٰؑ کا دین ہے اور اپنے وقت کا سچا دین ہے۔ اسلام نے بھی عیسیٰؑ اور موسیٰؑ کے مقام پیغمبری کو تعلیم کیا۔ عیسیٰ کی انجیل کے ایک الہامی کتاب ہونے کی تصدیق کی گئی۔ حضرت عیسیٰؑ نے کہا

میرا آسمانی باپ مجھ سے بہت عظیم ہے۔

(انجیل یوحنا 28:14)

اور یہ زندگی (تمہاری) ہمیشہ باقی رہنے والی ہے تاکہ وہ مان لیں کہ تم ہی سچے خدا ہو۔

(انجیل یوحنا 3:17)

تم مجھے عظیم کیوں کہتے ہو۔ عظیم تو بس ایک ہے اور وہ ہے خدا

(انجیل میتھیو 5:17-20)

سنو اے بنی اسرائیل: ہمارا مالک، ہمارا خدا واحد ہے۔

(مارک 13:12)

اسلام میں یکتائی

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مختلف اوقات میں بے شمار پیغمبر اور رسول مبعوث فرمائے جنہوں نے خدا کی یکتائی اور اسکی وحدانیت سنائیں اور بار بار تلقین کی اور اللہ پاک ایک ہے اور اسکا کوئی شریک اور

Marfat.com

ہمسر نہیں۔قرآن ایسی تنبیہات کو جا بجا دہراتا ہے۔فرمان ہے کہ ہر گناہ شائد معاف کیا جاسکتا ہے سوائے شرکت۔شرک تو شاخسانہ ہے اسکی یکتائی کے انحراف کا۔قرآن دین اسلام کی آخری کتاب ہے جس میں ہر بات کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔قرآن نے اللہ کی یکتائی میں جو آیات بھیجیں ان میں:

"وہ اللہ ہے۔ یکتا اور سب سے بے نیاز ہے اور
سب اسکے محتاج ہیں۔نہ اسکی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ
کسی کی اولاد اور کوئی اسکا ہمسر نہیں ہے"

(القرآن 4:12)

اور جو کھانے کو دیتا ہے اور کوئی اسکو کھانے کو نہیں دیتا۔

(القرآن 14:6)

اللہ پاک کی یکتائی کو اسکی صفات سے منضبط کر کے بیان ہوا۔

جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے۔اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

(القرآن 225:2)

کھول کر بتا دیا گیا کہ اسکے جیسی کسی چیز کا وجود ہی نہیں ہے تو پھر اسکی مثال بیان کرنے کے لئے کسی تخلیق کی گئی شے سے مماثلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس جیسی کوئی (دوسری) چیز نہیں۔

(القرآن 11:42)

نہ تو میرا رب غلطی کرتا ہے۔نہ بھولتا ہے۔

(القرآن 52:20)

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(القرآن 106:2, 2:-109)

غور فرمائیں کہ اگر خدا ایک نہ ہوتا،ایک سے زیادہ خداؤں کا وجود ہوتا تو وہ یقیناً اپنی اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے جنگ و جدل میں مصروف رہتے۔مشرک ایک سے زائد خدا کا ذکر کرتے ہوئے،اسے انسانی زندگی کے ایک پہلو کی ذمہ داری سونپتے ہیں۔روشنی کا دیوتا الگ ہے اور بارش کا

Marfat.com

الگ۔ عجیب مضحکہ خیز صورت ہے کہ ہر خدا الگ الگ کام کرتا ہے اور ان کے صادر احکام ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں۔ خدا کے بارے میں یہ سمجھنا کہ وہ لوگوں کے ایک سے علاوہ کاموں غافل ہوسکتا ہے یقینی طور پر بدامنی، تباہی اور بربادی کی طرف لے جانے کا سبب ہوگا۔ قرآن نے بیان کیا

"اگر آسمان و زمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بھی
معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔ پس
اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک جو
مشرک بیان کرتے ہیں"

اگر اللہ کی تعداد ایک سے زیادہ ہوتی تو ہر کوئی اپنی مخلوق کو اپنے ساتھ لیے پھرتا۔ ٹکراؤ کی صورت میں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو جاتا۔ اس لیے ممکن ہی یہ ہے کہ ایک سچا اور ہم مقتدر خدا ہو جس کو عقل تسلیم کرت ہے۔

ارشاد ہوا

نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ ہی اسکے ساتھ اور کوئی
معبود ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لیے پھرتا اور ایک
دوسرے پر چڑھ دوڑتا۔

(القرآن 23:91)

Marfat.com

قرآن کا اسلوب

قرآن ایسی نثر کا مرقع ہے، جس میں شعری قوائد وضوابط موجود نہ ہونے کے باوجود، ایک ایسا شریں آہنگ رکھتی ہے جو شعر سے کہیں زیادہ حلاوت ولطافت کا مرقع ہے۔ عربوں نے اس کلام میں شعری اوزان سے انحراف کے باوجود اُس حلاوت اور شیرینی کی تاثیر کو محسوس کیا جس سے ان کے نہ صرف ادبی ذوق کی تسکین ہوئی بلکہ اس کے بیان کی صداقت پر بھی دم بخود رہ گئے۔ امراؤالقیس کی غزل نابعہ کی خوف وہیبت نگاری اعشیٰ کے حسن طلب اور وصف سب اس کلام کے سامنے پھیکے پڑ گئے۔ طاہر القادری نے ایک جگہ لکھا ہے کہ انشاپردازی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ کسی موضوع کے کسی گوشہ کو تشنہ نہ چھوڑا جائے تا کہ پڑھنے والوں کے دل میں جس ادنی سے ادنی شبہ پیدا کرنے کا امکان پیدا ہوسکتا ہے اسکا ازالہ کر دیا جائے انشاء پردازی کے اس جدید قول کو ساڑھے چودہ سو سال پرانے کلام پر لاگو کر کے دیکھ لیں۔

عرب اپنی زبان دانی، شاعری اور فصاحت وبلاغت پر ہمیشہ نازاں رہے دوسری تمام قومیں ان کے نزدیک عجمی تھیں لیکن جب قرآن نے انہیں قرآن جیسی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ ہی تصنیف کرنے کا چیلنج دیا تو ان کے پاس سوائے خاموشی کے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ جب عرب کے ایک امّی (جناب محمد ﷺ) نے اس اعلان کے ساتھ کہ یہ کلام اللہ ہے تو عرب کے تمام عالم، خطباء اور شعلہ نوا شعراء پر سناٹا چھا گیا اور اسکی نظیر لانے سے عاجز رہے۔ ان کے پاس اسکی آیتوں سے انحراف کی کوئی عقلی یا منطقی دلیل موجود نہ تھی۔ الفاظ کے چناؤ اور جملوں کی ترکیب وساخت میں یہ کلام اس درجہ اوج کمال پر فائز ہوا جس کی نظیر امکان میں بھی نہ تھی۔

نزول قرآن کے بعد وہ عرب شعراء جو زلفوں، آنکھوں، آبروؤں اور لب ورخسار اور حُسن وعشق کی شاعری کرتے تھے، جن کی شاعری کا محور حسین لڑکے اور لڑکیاں رہی تھیں، قرآن کے نزول کے بعد، حمد باری تعالیٰ، مناقب رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم، سلوک ومعرفت اور حکایات پر طبع آزمائی کرنے لگے۔ قرآن نے شعری اسلوب نہ ہوتے ہوئے بھی عربوں کے شعری ذوق کو بدل کر رکھ دیا۔ اگرچہ قرآن

Marfat.com

شعر نہیں لیکن اسکی نثر اپنی مثال آپ ہے۔ یہ ایسی نثر ہے جس میں شعری بانکپن موجود ہے۔ اسکی دعوت نے ایک نئے ادبی وسیلے کی اہمیت کو واضح کیا۔ نوع کمال کو بروئے کار لا اسے ایک حیات بخش ادب کی شاہراہ پر ڈال دیا۔ قرآن پاک کوئی شاعری کی کتاب نہیں لیکن اس میں بے حد نغمگی موجود ہے، ایک پاکیزہ آہنگ موجود ہے جو شریفانہ جذبات کی تحریک کا سبب بنتا ہے اسکی تلاوت آنکھوں کو اشکبار کرتی ہے ۔اسکی دلیلیں حقیقت سے قریب تر ہونے کی وجہ سے سے حیرت میں مبتلا کرتی ہیں اور بعض بعض جگہ سرشاری سے بھرپور زیر لب تبسم کو بھی لاتی ہیں۔ اسکا کلام انسانی ذوق اور اس کی جمالیاتی حسیات کی تسکین کرتا ہے ۔ اس کی لطافت کے بیان میں کوئی مثال لانا ممکن نہیں ۔ اسکے الفاظ کا انتخاب اسکی اصطلاحات، اسکی تشبیہات، اسکے استعاروں نے ایک ایسا منفرد اور یکتا ادب پارہ تیار کردیا ہے جس میں دل سوزی کی اپیل اور کہیں دل دوزی کی تنقید موجود ہے۔

قرآن انسانی جذبات کی قوّتِ متحرکہ سے مزین ہے، اسمیں اطمینان دلانے والی، جوش میں لانے والی، خوف طاری کرنے والی، عزم و یقین پیدا کرنے والی، آمادہ پیکار کرنے والی اور ایثار کی تحریک دینے والی آیات موجود ہیں جو پڑھنے والے پورے کے پورے انسان کو حرکت میں لے آتی ہیں، اسکے شعور اور جذبات دونوں کو مثبت سمتوں پر آمادہ کرتی ہے۔ اسکی عبارتیں رقّت کی کیفیت طاری کرتی ہے جس سے آدمی دم بخود ہو کر خود بخود سجدہ ریز ہو جاتا ہے نعیم صدیقی نے لکھا

"اسکا ایک ایک لفظ موتیوں کی طرح جڑا ہوا ہے۔ ایک
ایک سطر شاخ گُل ہے اور ایک ایک سورت خیابان بہار"

قرآن دنیا کی واحد کتاب ہے جس کا ایک لفظ بھی چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود متروک نہیں ہُوا، پھیکا نہیں پڑا۔ دُنیا کی تمام زبانوں کے کچھ محاورات، اصطلاحات اور الفاظ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد متروک ہو جاتے ہیں یا پھر ان میں فرسودگی آجاتی ہے لیکن قرآن کا اسلوب ایسا ہے جس کا ایک بھی لفظ ان صدیوں میں کہنہ یا متروک نہیں ہوا۔ آج بھی اس کی زبان کا معیار فصاحت وہی ہے، جو اس کتاب نے قائم کردیا تھا۔ اسکا ہر محاورہ آج بھی عربی ادب کا مستعمل محاورہ ہے اسکا ادب آج کے معیاری ادب پر حاوی ہے۔ قرآن کا طرز بیان تحریری نہیں بلکہ تقریری ہے۔

قرآن کا مقصد صحیح رویہ کی طرف دعوت دینا اور اللہ کی اس ہدایت کو پیش کرنا تھا جسے انسان

Marfat.com

نے اپنی غفلت سے گم اور اپنی شرارت سے مسخ کر دیا تھا اس کتاب کے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع سے کہیں علیحدہ نہیں ہوئی۔ اسکے مضامین مرکزی مضمون اور وجۂ نزول سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس کی آیاتِ محکمات ہی کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور اس غرض کو پورا کرتی ہیں جس کی وجہ سے قرآن کا نزول ہوا۔ ان کے ذریعہ دُنیا کو اسلام کی دعوت دی گئی۔ نصیحت کی گئی، گمراہیوں کی تردید کی گئی اور راہ راست کی نشاندَہی کی گئی۔ دین کے اصول بیان کردیئے گئے۔ عقائد، عبادات اور اخلاقیات، فرائض اور امر ونہی کے احکام جاری کیۓ گئے۔ مضامین کے بیان میں سادہ الفاظ اور سادہ اسلوب بیان اختیار کیا گیا ایسی زبان استعمال کر کے انسان کو حقیقت سے قریب تر کر دیا گیا۔

قرآن اپنے اسلوب کے اعتبار سے ایسی نوعیت کی کتاب نہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اُسے بیک وقت لکھ کر محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سپرد کر دی ہو نہ ہی اس میں مصنفانہ انداز میں کتاب کے موضوع اور مرکزی مضمون کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اس لیے اس میں تصنیفی ترتیب موجود نہیں اس کے شروع کے پیغامات میں دعوت، مختصر بولوں پر مشتمل تھی جس کی زبان نہایت شستہ، شیریں اور پُر اثر تھی۔ ادبی رنگ لیے تھی۔ پیرائے میں حُسن اور تناسب تھا کہ لوگ اسکے ترنم کے سبب اُس کی طرف متوجہ ہوں۔ دوسرے مرحلے پر جب اسلامی تحریک' پرانی جاہلیت کے خلاف نبرد آزما ہوئی تو پُر جوش خطبات کا نزول شروع ہُوا۔ ان خطابات میں دریا کی روانی، سیلابی قوت اور تند آگ کی تاثیر آ گئی۔ اس کے سبب فدایان اسلام ہر مصیبت کو جھیل جانے اور طوفانوں کے مقابلہ پر آمادہ ہوگئے۔ اگلا مرحلہ خود کئی منازل پر مشتمل تھا جس کی ہر منزل پر دعوت، وسعت اختیار کرتی گئی اور اللہ کے مضامین میں تنوّع بڑھتا چلا گیا۔ تحریک اور دعوت کی یہ کتاب عام انسانوں کی ہدایت کے لیے اتاری گئی تھی عرب میں اتاری گئی تھی اس لیے اسکا اسلوب عرب کے مذاق، عرب کے ماحول عرب کی تاریخ اور عرب ہی کے رسم ورواج کا بیان ہے لیکن اس میں کوئی ایسا اخلاقی اصول یا عملی قاعدہ وضابطہ بیان نہیں کیا گیا جو صرف عرب ہی کے لیے مخصوص تھا۔ یہ ہرگز جزئیات کی کتاب نہیں بلکہ اصول اور کلیات کی کتاب ہے۔

قرآن کریم نے دینی وعملی مسائل کے سلسلہ میں بحث ونظر کا ایک بلند ادبی انداز پیش کیا جس کے استدلالی اور ترغیبی عناصر میں بے پناہ توازن پایا جاتا ہے۔ مولانا غلام رسول قرآن کے اسلوب کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

Marfat.com

''قرآن کا عام اسلوب بیان یہ ہے کہ خدا کے ٹھہرائے ہوئے قوانین واسباب سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں انہیں براہ راست خدا کی طرف نسبت کر دینا ہے''

قرآن کے نظریہ ادب کی بنیاد کائنات کی ٹھوس حقیقتوں پر رکھی گئی ہے۔ اس کے ہر کلمہ میں زبردست اثر انگیزی موجود ہے، قرآن بلاغت، ادبیت اور اعجاز کے اعتبار سے اپنی انفرادیت کا حامل ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔ قرآن اپنے اندر فصاحت وبلاغت اور کلام کی سحر انگیزی کا وہ شاندار مرقع ہے جس کے حُسن کا فیصلہ ذوق وجدان کی بنیاد پر ہی کیا جاسکتا ہے۔ مولانا محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ

''جس طرح ایک حسین چہرے کی کوئی جامع ومانع تعریف نہیں کی جاسکتی جس طرح ایک خوش رنگ پھول کی رعنائیوں کو الفاظ میں محدود نہیں کیا جاسکتا، جس طرح مہکتی ہوئی مشک کی پوری کیفیت بیان کرنا ممکن نہیں جس طرح ایک خوش ذائقہ پھل کی لذت وحلاوت الفاظ میں نہیں ہوسکتی اسی طرح کسی کلام کی فصاحت اور بلاغت کو تمام وکمال بیان کر دینا بھی ممکن نہیں لیکن جب کوئی صاحب ذوق انسان اُسے سنے گا تو اسکے محاسن واوصاف کا خود بخود پتہ چل جائیگا''

(روزنامہ جنگ جمعہ فروری ۲۰۱۲ء)

Marfat.com

ادبی خصوصیات کی بلند ترین کتاب قرآن

علوم القرآن میں لکھا ہے کہ
جس طرح مہکتی ہوئی مشک کی پوری کیفیت کو بیان کرنا ممکن نہیں، جس طرح
ایک خوش ذائقہ پھل کی لذت وحلاوت الفاظ میں نہیں سما سکتی، اس طرح کسی
کلام کی فصاحت وبلاغت کو تمام کمال وبیان کے ساتھ بیان کر دینا بھی ممکن نہیں

کلام پاک کی فصاحت وبلاغت کے بارے میں کوئی بھی شاعر وادیب اپنے فن کے بیان میں کسی بھی بلندی اور مرتبے کو پہنچ کر بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ قرآن پاک میں کوئی ایک لفظ بھی غیر فصیح استعمال ہوا ہے۔ نہ ہی قرآن کے بیان میں جملوں کی ترکیب یا ساخت اپنے اوج کمال پر نہیں ہے۔ قرآن کا ایک اور امتیازی وصف، اس کا اختصار ہے یہ وصف اس کے اعجاز کی صورت بہت نمایاں ہے۔ مختصر ترین جملوں میں جہان بانی کے اصول بند کر دیئے گئے ہیں۔ سائنس اور معاشیات کی کتاب نہ ہو کر بھی گتھیاں کھول دی گئی ہیں۔ اشارے واضح کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے استدلالی اور ترغیبی عناصر میں بے پناہ توازن موجود ہے۔

عرب اپنی زبان دانی، شاعری اور فصاحت وبلاغت پر بڑا ناز کرتے ہیں۔ دنیا کی ساری اقوام کو عجمی (گونگا) کہتے ہیں۔ اللہ کی کتاب نے ان کی زبانیں گنگ کر دیں۔ قرآن کا اعجاز ہے کہ وہ شاعری نہ ہوتے ہوئے بھی کمال درجہ کا حسین اور دلکش تحریری مرقع ہے۔ کس بھی تحریر کی خوبی یہ ہے کہ اس میں شعریت پیدا ر جائے، مگر اللہ نے فرمایا کہ اس نے نبیؐ کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی شاعری اس کے شایان شان تھی۔

قرآن کا کمال یہ ہے کہ اس کا کلام کرنے والا مالک دوجہاں خود ہے۔ اس لیے۔ الفاظ اور اصطلاحات، تشبیہات اور استعارے عربی روایت کے دائرہ میں رہ کر، انسان کے معیار لطافت کو ایک

Marfat.com

منفرد اور یکتا احساس کے ساتھ چھوتے ہیں۔ یہ دنیا کی ایک بہترین ادبی کتاب ہے۔ اس میں سارا استدلال اگرچہ عقلی ہے مگر جذبات کی قوت متحرکہ کہیں کم نہیں پڑتی۔ یہ ایسا کلام ہے جو پڑھنے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لیتا ہے۔ اس پر سوز و گداز اور رقت کی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ مرعوب کر کے اسکی روح تک کو سجدہ ریز کر دیتا ہے۔

قرآن وہ کتاب ہے جس نے نوع انسانی کے افکار، اخلاق اور طرز زندگی پر پوری قوت سے ہمہ گیر اثر ڈالا۔ بار بار بیان ہونے والے مضامین بدنمائی پیدا نہیں کرتے بلکہ تحرک کو بڑھاتے ہیں۔ اس کے ہر کلمہ میں زبردست اثر انگیزی ہوتی ہے۔ اس کا قالب نثر کے چھوٹے چھوٹے مگر گھٹے ہوئے جملوں پر مشتمل ہے۔ اس کی اعجاز آفرینی یہ ہے کہ چیلنج کے باوجود کوئی شخص بھی اس کلام کے مقابلے میں چند جملے بھی نہیں بنا سکا حالانکہ عربوں کو فصاحت و بلاغت اور کلام کی سحر آفرینی اس معیار پر تھی، جس کا ادراک ذوق اور وجدان ہی کر سکتا ہے۔ وہ عربوں کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ ادبا اور شعرا قرآن کریم کا معارضہ نہ کر پائے بلکہ اس کی اثر انگیزی کا عملی اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے۔

کسی بھی عبارت کا زیادہ روشن مظاہرہ، اس کے اسلوب میں چھپا ہوتا ہے جس کا ہر کس و ناکس مشاہدہ کر سکتا ہے۔ قرآن کی نثر شعری قوائد و ضوابط سے پاک رہتے ہوئے بھی ایک لذیذ اور شیریں آہنگ رکھتی ہے جس میں شعر سے کہیں زیادہ حلاوت موجود ہے۔ کوئی بھی ایسا شخص جس کو ادبی ذوق کا ادنی سا بھی جمالیاتی حصہ ملا ہو وہ تلاوت کے درمیان اس بیان کی تصدیق کر سکتا ہے۔

مولانا غلام رسول مہرؔ 'قرآن کا اسلوب' کے ایک نوٹ میں فرماتے ہیں کہ قرآن کا عام اسلوب بیان یہ ہے کہ خدا کے ٹھہرائے ہوئے قوانین و اسباب سے جو نتائج پیدا ہوئے ہیں۔ انہیں براہ راست خدا کی طرف نسبت کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک قانون یہ ہے کہ جو لوگ سمجھ بوجھ سے کام لینے کی بجائے اندھی تقلید پر اڑے رہتے ہیں، رفتہ رفتہ ان کی عقلیں ماری جاتی ہیں اور سمجھ الٹی ہو جاتی ہے۔

قرآن کا لطف خطابت اسے دوسرا حسن بخشتا ہے، اس کے موضوعات کو سو رنگ سے باندھا گیا مگر اس تعریف و تکرار نے دلنشینی کو کم کر کے اکتاہٹ پیدا نہیں کی۔ اس کے چھوٹے جملوں اور دھیمے الفاظ اپنے دامن میں معانی کا بہاؤ رکھتے ہیں۔ علیحدہ علیحدہ الفاظ دیکھیں تو موتیوں کی طرح جڑے ہیں، سطروں میں دیکھیں تو موتیوں کا ایک بہاؤ ہے۔ پورا دیکھیں تو ایک عظیم الشان معنی کا سمندر ہے۔

Marfat.com

قرآن کے نظریہ ادب کی نبیاد کائنات کی ٹھوس حقیقتوں پر ہے اس کے ہر کلمہ میں زبردست اثر انگیزی چھپی ہے۔ جس کے معیار کے لیے یوسفؑ کے حالات، ہجر کے بیان میں ایوبؑ کی کیفیات، صبر وقناعت کے لیے شہنشاہ کے حالات کی ورق گردانی، ایمان کامل تک کھینچ کر لے جاتی ہے۔ ضرورت صرف محسوس کرنے والے دل کی ہے۔ گویا قرآن کی زباں، خالص زبان اور احسان کی زبان دونوں طرح بلندترین مقام رکھتی ہے۔ جس نے اپنی اثر انگیزی سے قران کو دنیا کی بلندترین ادبی خوصیات کی حامل کتاب بنادیا ہے۔

Marfat.com

کلام باری تعالیٰ

اللہ تبارک تعالیٰ تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس نے تمام انسانوں کے ساتھ اپنے قرآن یعنی ہدایت کی کتاب کے ذریعہ کلام کیا۔ دنیا کی اصلاح کے لیے انسان کا انتخاب کیا گیا۔ موجودات کے نظام کو چلانے کے لیے بناوٹ کے اعتبار، انسان واحد مخلوق تھی جس کے ذریعے یہ نظام جاری کیا جا سکتا تھا۔ قرآن ایک لائحہ عمل ہے اور منشا الٰہی کو قائم کرنے کے لیے یہ انسانوں پر ہی بھیجا گیا قانون ہے جو کمال انسانی سے آخرت میں سعادت عظمیٰ کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ اس کلام کو اتارنے کے لیے دنیا میں سب سے بہتر انتخاب کیا گیا اور محمد رسول اللہ ﷺ پر جبرئیلؑ پر تیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا نازل کیا گیا تاکہ اقوام عالم کی ہدایت کا کُلی بوجھ ایک ہی دفعہ نہ ڈال دیا جائے جسے وہ سہار نہ سکیں۔

جب قرآن پاک کا نزول شروع ہوا، عربوں کی فصاحت و بلاغت کے چاروں طرف چرچے تھے۔ لیکن کلام پاک کی فصاحت و بلاغت میں کوئی بھی شاعر، ادیب اپنے فن کے بیان میں بلند ترین مقام پر پہنچ کر بھی یہ دعویٰ کرنے سے قاصر تھا کہ اس کی برابری کرے۔ قرآن کے جملوں کی ترکیب یا ساخت اپنے درجہ کمال پر ہے۔ حضرت علیؓ نے جب سورۃ کوثر کو خانہ کعبہ میں لے جا کر اس جگہ لٹکا دیا جہاں شعرا اپنا فصیح و بلیغ کلام و قصیدے لٹکایا کرتے تھے، تو یہ اس بات کا مطالبہ تھا کہ اگر یہ انسانی کلام ہے تو کوئی مائی کا لعل ایسی کوئی سورت بنا لائے۔ ان کی زبانوں پر تالے پڑ گئے اور سب پکار اٹھے یقیناً یہ انسانی کلام نہیں

قرآن نے عربوں کو اخلاق کی ایک نئی دنیا سے روشناس کرایا اور وحشی بدوؤں کو شائستہ اور تہذیب یافتہ انسانوں میں بدل دیا، صحراؤں کی بادیہ نشینی سے نکال کر ایک عالمگیر تخت پر براجمان کر دیا۔

اللہ پاک نے اپنے کلام کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کے سینے کھول دیئے اور اپنا کلام ان میں نقش کر دیا۔ کاغذ کے انحصار سے آزاد کر دیا۔ آغاز سے لیکر اب ہزاروں افراد ایسے ہیں جو قرآن کے الفاظ اپنے اندر صحیح ترتیب و تفصیل کے ساتھ سموئے ہوئے ہیں، جس کے سبب اس میں کسی تحریف یا تغیر و تبدل کا اندیشہ نہیں رہا۔ ساری الہامی کتابیں اس کا شکار ہوئیں لیکن قرآن کی حفاظت اللہ پاک نے خود فرمائی۔

Marfat.com

آپ نبی کریمؐ کا معمول تھا کہ جب قرآن نازل ہوتا تو آپ اسے لکھواتے۔ کاتبین اس کو چمڑے کے ٹکڑوں، کھجور کے پتوں اور بکریوں کی چوڑی ہڈیوں پر لکھتے۔ کچھ لوگ ان کی نقل اپنے پاس رکھتے اور کچھ اسے زبانی یاد کر لیتے۔ ہر سورت کے نازل ہونے پر نبی کریمؐ اسے لوحِ محفوظ کی ترتیب کے مطابق اسے درج کرواتے۔ ہدایت فرماتے کہ اسے کہاں اور کس سورت کے آگے، یا پیچھے درج کیا جائے آپؐ جبرئیل کے ساتھ ہر سال اس کو دوہراتے حتیٰ کہ آپؐ کے وصال سے قبل آپؐ نے جبرئیل کے ساتھ آخری ترتیب کے مطابق اس کو دوہرایا۔

آپؐ نبی کریمؐ کی وفات کے بعد ابوبکرؓ کے دور میں مسلمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں ستر حفاظ صحابہ شہید ہو گئے۔ اس پر حضرت عمرؓ محرک بنے اور طے ہوا قرآن کو نقل کر کے ایک جگہ جمع کر لیا جائے۔ مدون شدہ یہ نسخہ حضرت ابوبکرؓ کی تحویل میں دیا گیا۔ آپؐ کے بعد حضرت عمر کی تحویل میں رہا۔ عمرؓ کی شہادت کے بعد اس کی سپرداری حضرت حفصہؓ کے حصے میں آئی۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں مملکت اسلامیہ بہت پھیل گئی اور حدیں افریقہ تک پھیل گئیں۔ ہزاروں غیر اہل زبان جو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپؓ نے ضروری سمجھا کہ قرآن مجید کے اس صحیح نسخے کو دوسرے ممالک میں شائع کر دیا جائے۔ حضرت زیدؓ بن ثابت، عبداللہؓ بن زبیر، سعیدؓ بن عاص اور عبداللہؓ بن حارث نے اپنی موجودگی میں حذیفہؓ بن العیان سے کئی نسخے نقل کرائے اور اپنی مہر تصدیق ثبت کر کے تمام ممالک میں شائع و مشتہر کروائے۔

قرآن کی دعوت دنیا کے تمام انسانوں بلکہ تمام مخلوقات تک ہے۔ اس کلام میں جنوں کا تذکرہ موجود ہے اور تصدیق ہے کہ جنات بھی آپؐ پر اور قرآن پر ایمان لائے ہیں۔ آپؐ کو قرآن پڑھتے سن کر آپس میں کہا کہ خاموش ہو کر سنو پھر اپنی قوم سے کہا کہ انہوں نے وہ کتاب الٰہی سنی ہے جو حضرت موسیٰؑ نے بعد لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہے۔ وہ پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ راہ حق دکھاتی ہے۔ قرآن نے برسوں کی گمراہ قوم کو توہم پرستی، بت پرستی سے نکال کر ایک خدا کی عبادت سکھائی۔ دنیا کو جس پستی اور فرسودہ خیالات نے گھیر رکھا تھا انہیں توڑ کر حقیقت کا چہرہ واضح کر دیا۔ اس نے تمدن اور معاشرت کے بہترین اصول کھول کر بیان کئے۔ قتل و غارت اور بے حیائی سے روک دیا۔ عورتوں کے صحیح مقام سے آگاہ کیا۔ جہاں داری کے اصول سکھائے۔ محکوموں، مظلوموں اور یتیموں سے حسن سلوک کا حکم دیا۔ غیبت سے نفرت دلائی، سچ کہنے اور وعدہ پورا کرنے کو لازم قرار دیا۔ چوری ڈاکہ کی سزائیں مقرر

Marfat.com

کیں، خوف خدا کو ہر عمل میں شامل رکھنے پر زور دیا، امن، اانصاف اور راحت کی زندگی کی راہ ہموار کی۔

آپؐ نے اپنے زمانہ کو دنیا کی تاریخ کا بہترین زمانہ قرار دیا، اور بتایا کہ قرآن تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج ہے۔ قرآن وہ دعوت ہے جس میں تمام اختلافات مٹا کر ایک اللہ کی عبادت پر قائم ہونے کا نام ہے۔ اس نے انسانی زندگی کے ہر شعبے ہر اپنے احکامات جاری کئے ہیں، انسان کی جملہ ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر، اس کی فلاح و بہبود کا مینار تعمیر کیا ہے۔ اس نے بتایا کہ یہ دنیا فانی ہے۔ یہ زندگی عارضی اور مہلت کا وقت ہے جس میں اعمال صالح سے اچھے انجام کی طرف جایا جا سکتا ہے۔

اعمال پر ثواب اور عذاب طے کیا جاتا ہے۔ قیامت کے روز جزا و سزا ہو گی۔ انعام میں جنت اور سزا میں دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ قرآن کے بڑے احکامات، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہیں۔ اس کے بعد راستبازی، محنت، سخاوت، شجاعت، رحم، شفقت، مظلوموں کی دادرسی، گھر والوں کی کفالت، غریبوں کی دستگیری ہے۔ قتل، زنا، چوری، ڈکیتی، بغاوت، ظلم وستم سے روکا گیا ہے۔

قرآن بتاتا ہے کہ اس کا جاری کرنے والا رحیم ہے کریم ہے، اس سے باز پرس نہیں ہو سکتی، وہ جبار و قہار ہے اس کے خوف سے پہاڑ جھک جاتے ہیں۔ پھٹ جاتے ہیں۔ چنانچہ اس سے ہر وقت رحمت کی امید رکھ کر اس کی عبادت میں مشغول رہنا چاہیے۔ کیونکہ وہ ایسا ہی ہے جیسا تم اسے جانتے ہو۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے۔ قرآن پڑھا کرو کیونکہ قیامت کے روز یہ اپنے پڑھنے والوں کا شفیع ہو گا۔

Marfat.com

حسب ونسب

خاندانی فضیلت کے بارے میں قرآن حکیم نے جو تصور پیش کیا ہے وہ اسلام کی روح کے عین مطابق ہے۔فضیلت کی بنیادی شرائط تقوی اور عملِ صالح ہے۔خاندان یا نسب کے لیے کوئی درجہ نہیں۔عہدہ منصب دولت وثروت رنگ ونسل میں سے کسی بھی شے کو پرکاہ کی حیثیت حاصل نہیں۔انسان کا مطلوب ومقصود صرف پرہیز گاری اور حُسن عمل پر قائم ہے۔اسلام درجات کے بیان میں انسانی مساوات کا تصور پیش کرتا ہے۔اس میں کوئی اور اونچ نیچ نہیں۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ جس قدر چاہے تقوی اور حسن اخلاق سے اپنا درجہ اونچا کرسکتا ہے۔کسی بھی شخص کے لیے اعزاز واکرام رنگ نسل یا دولت دخون کی بجائے عوامل ونواحی پر زیادہ پختگی سے کاربند رہنے کے سوا کچھ اور نہیں۔دین میں مسابقت کا میدان خدا کی خوشنودی اور اس کے احکامات کی بجا آوری پر قائم ہے۔نبی اکرم ﷺ نے جب دعوت حق کا اعلان کیا تو اہل قریش اس بت کے سب سے بڑے پجاری تھے۔جو نسب کے حوالے سے مشہور تھا۔فتح مکہ پر جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا اس میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا!۔

"اے قوم قریش !اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں۔اور آدم مٹی سے بنے تھے"

اس طرح آپ ﷺ لوگوں اس حقیقت کو کھول کر بیان کر دیا کہ تمام انسان ایک ہی آدم کی اولاد ہیں جو کہ مٹی سے بنے تھے۔باپ کی اولاد کا ہر فرد اصلاً ایک ہی ہوتا ہے،اس طرح روئے زمین پر بسنے والے لوگوں میں کوئی اونچ نیچ کیسے ہوسکتی ہے۔وہ کالا ہو یا گورا،شرقی ہو کہ غربی،عجمی ہو کہ عربی۔عالم ہو یا کہ ناخواندہ،غریب ہو یا امیر سب ایک باپ کی نسل ہیں۔اور انسان ہونے کے سبب وہ سب ایک درجہ پر فائز ہیں۔اب اگر کسی انسان کو دوسرے پر برتری کی خواہش ہے تو اس کا انحصار اسکے حسن عمل اور تقویٰ پر ہوگا۔انسان ہونے کے سبب کوئی برتری نہیں۔البتہ اجر وثواب کی خاطر اس برتری کو قائم کیا گیا

Marfat.com

ہے ورنہ پوری انسانیت کے لیے مسابقت کا ہر عمل ختم کر دیا گیا ہے۔ فرد یا خاندان محض اس وجہ سے برتری اور فوقیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اسے علم و فضل میں بڑا درجہ حاصل ہے۔ یا پھر اس کیلئے کسی اعزاز و اکرام کی بنیاد سرمایہ علم و فضل اور خدمت دین و حق پر ہے۔ اونچے درجے کے خاندانوں کو محض نسبتوں کی بنیاد پر کوئی فائدہ نہیں مل سکتا۔ عرفات کے خطبہ میں جاہلیت کی تمام بیہودہ رسموں اور ناز یبا دستوروں کے خاتمہ کا اعلان فرماتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

> ''لوگو! سن لو کہ تمھارا پروردگار ایک ہے اور تمھارا باپ ایک ہے (بنی آدم) عربی کو عجمی یا عجمی کو عربی پر کالے کو گورے یا گورے کو کالے پر کوئی فضیلت و برتری نہیں۔ مگر صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کی بناء پر''

آپ ﷺ نے واضح کر دیا کہ دین حق میں انسان کی فضیلت خاندان یا رنگ و نسل یا قوم کی بنیاد پر نہیں۔ اچھا لباس عالیشان مکان دولت و ثروت کے انبار کسی کو برتر کرنے کے لیے بنیاد یا معیاد نہیں۔ اس سے بڑھ کر نہ تو علم نہ ہی عہدہ و منصب کی بنیاد پر کسی کو برتری مل سکتی ہے اور اگر کسی کو برتری درکار ہے تو تقویٰ، پرہیزگاری اور حسن عمل کی بنیاد پر اس کی چاہت کر سکتا ہے۔ کسی خاص نسل کی وابستگی 'دولت کے ڈھیر' عالیشان مکانات' بڑے عہدہ اور منصب وسعت سلطنت اور تصرف کا حیران کن کشمکش تفرقہ' بغض' عداوت اور نفرت کا سبب ہوا کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا جنون' رشوتیں' دنیا میں امن کے بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔ یہ صرف نیکوکاری ہے۔ جس کو نصب العین بنا لینے سے پیار بڑھتا ہے۔ امن و راحت فروغ پاتے ہیں۔ حق و انصاف کی پاسداری ہوتی ہے۔ اجتماعی زندگی میں دوسروں کی جانوں کا پاس' مال کی حفاظت اور دوسرے کا احترام انسان کی باہمی کشمکش' جھگڑوں رنجشوں اور مخالفتوں کو دور کرتے ہیں۔ عورتوں بچوں کے حقوق کا خیال برابری کی بنیاد پر قائم رکھنے ہی سے ظلم و جبر کی راہ کو روکا جا سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔ جو خود کھاؤ وہی انہیں بھی کھلاؤ جو خود پہنو وہی دوسروں کو بھی پہناؤ عورتوں کے معاملات میں اللہ سے ڈرو جس طرح تمھارے حقوق عورتوں پر ہیں۔ اس طرح عورتوں کے حق تم پر ہیں۔

جب اسلام کی دعوت بلند کی گئی تو کرہ ارض مساوات سے ناآشنا تھی۔ ایک شخص کسی نہ کسی بنیاد

Marfat.com

پر دوسرے سے برتری کا دعوٰی دار تھا۔ کسی کو دیوتاؤں کی نسل سے ہونے کا دعوٰی تھا۔ اور کوئی رنگ اور خون کی بنیاد پر برتری کا دعوی دار تھا۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ ان کی رگوں میں عام اور معمولی خون نہیں بلکہ خالص اور شاہانہ ہے۔ یہ بھی خیال عام تھا کہ عورتوں کے جسم میں روح سرے سے موجود ہی نہیں ہوتی، غلام اپنے آقاؤں سے ایک الگ نوع ہیں۔ ان کو سزا دینا اور ان پر ظلم جاری کرنا آقاؤں کا حق ہے۔ اس صورتحال میں اسلام نے فرمان جاری کیا کہ تمام لوگ قانون اور اللہ تعالی کے حضور نہیں بلکہ دنیا و آخرت میں مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں کوئی فضیلت اور امتیاز نہیں۔ عزو شرف صرف ان کے لئے ہے، جو دوسروں سے زیادہ پرہیز گار اور متقی ہیں۔ اسلام نے انسانیت کے فروغ میں ایسی جست لگائی کہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال موجود نہ تھی۔

حسب و نسب کی بنیاد پر کسی کو برتری نہ دی جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود اسکی مثالیں قائم کیں۔ غزوہ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا گرفتار کر کے لائے گئے قیدیوں کو زرفدیہ سے رہائی دی جارہی تھی تو بعض اصحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جوش محبت میں انکی قرابت داری کے پیش نظر حضرت عباسؓ کا زرفدیہ معاف کرنے کی سفارش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سختی سے کہا کہ ہرگز نہیں ایک درہم بھی معاف نہ کیا جائے (بخاری)

افراد قوم اور قبیلے اس لئے نہیں بنائے گئے کہ وہ آپس میں اختلاف کریں، مقابلہ کریں، کیچڑ اچھالیں یا فخر کریں اسکی غرض محض یہ ہے کہ انہیں باہمی تعارف میں آسانی رہے، ربط و تعلق پیدا کریں کسی قوم کو دوسری قوم پر یا کسی فرد کو دوسرے فرد پر کوئی برتری نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لیا اور بہ نفس نفیس سب لوگوں کے ساتھ اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے صحابہؓ نے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیوں زحمت کرتے ہیں لیکن آپؐ نے اپنی برتری کی مثال قائم نہیں کی ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غزوہ احزاب کے موقعہ پر سب کے ساتھ مدینہ کے چاروں طرف خندق کھودنے میں برابری کی بنیاد پر خدمات انجام دیں۔ ایک سفر میں جب کھانا پکانے کے لیے کام بانٹا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے لانے کا کام اپنے ذمہ لیا اور فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں خود کو دوسروں سے ممتاز کرلوں۔ خدا اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو ہمراہیوں میں ممتاز بنے۔

Marfat.com

قرآن کریم کا ارشاد ہے!

لوگو! ''اپنے رب سے ڈرو، جس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اسکا جوڑا بنایا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد عورت (پیدا کر کے) دُنیا میں پھیلا دیئے''۔ (نساء)

گویا تمام مرد عورتیں، انہی لوگوں سے پیدا ہو کر پھیلے ہیں۔ سب کی ایک ہی نسل ہے اور تمام افراد انسانی، نسبی اعتبار سے برابر ہیں اور برادر ہیں۔ ایک بار جب قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے الزام میں گرفتار ہوئی تو لوگوں نے اسامہ بن زیدؓ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت سب کو معلوم تھی، شفیع بنا کر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اسامہؓ کیا تم حدود خداوندی میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا!

''تم سے پہلے کی امتیں اس لئے برباد ہوگئیں کہ جب معزز آدمی کوئی جرم کرتا ہے تو تسامح کرتے اور معمولی آدمی مجرم ہوتو سزا پاتے۔ خدا کی قسم اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ سرقہ کرتی تو اسکے بھی ہاتھ کاٹے جاتے''

(بخاری مسلم۔ ابوداؤد)

آپؐ نے اپنے خاندان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا!

اے اہل قریش!

''میں خدا کے آگے تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا۔ اے بنی عبد مناف! میں خدا کے آگے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! میں خدا کے آگے تیرے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے اللہ کے رسول کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ کے آگے تیرے کچھ کام نہ آسکوں گا''

جو نیک عمل کرے گا۔ خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جن میں داخل ہوں گے اور ان کی زرہ برابر حق تلفی نہ ہونے پائے گی۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی عملی زندگی سے اسکا ثبوت پیش کیا۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کچھ لوگوں کے پاس تشریف لے گئے۔

Marfat.com

وہ تعظیماً کھڑے ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا!

''جسے اس بات سے بڑی خوشی ہوتی ہو کہ لوگ اسکے احترام میں
سروقد کھڑے ہوجایا کریں تو وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

''اے انسانو! ہم نے تم کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا پھر تمہیں مختلف
گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم کردیا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو اللہ کے
نزدیک تم میں سے برتر وہی لوگ ہیں جو زیادہ تقویٰ شعار ہوں''

(حجرات)

Marfat.com

افضل الانبیاء

جب سے دنیا تخلیق کی گئی ہے اس کے خالق نے اپنے بندوں کی حفاظت اور رہنمائی کے لیے اپنا پیغام جاری رکھا ہے تاکہ ضلالت اور گمراہی سے اس کے سچے بندے دور رہیں۔ اسی لیے مذہبی اکابرین اور دینی پیشواؤں کا ظہور تاریخ میں ہمیشہ جاری رکھا۔ حکم ربی کی تعمیل میں اس کے بھیجے رسولوں اور نبیوں پر بندے ہمیشہ درود وسلام بھیجتے رہے ہیں۔ یوں تو پوری تاریخ کسی کو معلوم نہیں لیکن گم شدہ کڑیاں ہمیشہ موجود رہی ہیں۔ اس کا اطلاق صرف دینی راہبروں تک محدود نہیں بلکہ بہت سی عظیم الشان شخصیات اور بھی ہیں جن کی سوانح پر دھند کے بادل چھائے ہیں۔ اگر کسی کے حالات ملتے بھی ہیں تو وہ اختصار کا شکار ہیں، ابہام سے بھرے ہیں۔ انتشار کے ساتھ ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ، بدھ، کنفیوشش، کرشن، ہومر، چاسئر، سکندر، فیثا غورث اور بے شمار دوسروں کے بارے میں تاریخ تفصیلات مہیا کرنے میں نحیف نظر آتی ہے۔

نبیوں کی تاریخ دیکھیں تو ان میں کئی تفصیلات ادھوری ہیں، جزئیات چھوڑ دی گئی ہیں لیکن واحد آپؐ کی زندگی میں پیدائش کے دن سے لیکر دائی حلیمہؓ کی پرورش آپؐ کا بچپن، اس سے جڑے چھوٹے واقعات، پھر ان کے رشتہ ناطے۔ حلیمہؓ کا قبیلہ، ان کے شواہد حضورؐ کے رضاعی بہن بھائی۔ حضورؐ کی زندگی جوانی، بڑھاپا، خصائل وشمائل خاندان بھر کی تفصیل، ایمان کی ترویج، وحی کی صورتحال، یہاں تک درج کیا گیا کہ حضورؐ کی ریش مبارک میں کتنے بال سفید تھے۔ پانی پینے کا انداز، آپؐ کی تلواروں اور سواریوں کے نام۔

احادیث اس طرح لکھی گئیں کہ آپؐ جن آیات کی تلاوت نمازوں میں فرماتے ان کا ذکر، نیند میں جانے سے پہلے اور اٹھنے پر دوہراتے۔ معمولات میں محمدؐ چلتا پھرتا اخلاق کا نمونہ تھے اور اصحابہؓ اطاعت گزاری عقیدت مندی، جان نثاری کے ساتھ سب آپؐ کی پیروی کرتے اور آپؐ جیسا بننے کی کوشش کرتے، آپؐ کا عمل ساری تحریک کا سبب بنتا، آپ کی عادات شریفہ کی نقل، خاص موقعوں پر آپؐ

Marfat.com

کا طرزِ عمل کچھ بھی چھپا نہیں۔

آپؐ کی زندگی، ایک معیار اور قابل تقلید کا ایک نمونہ تھی، اگر چہ تمام انبیا اللہ پاک سے ہدایت سے کر آئے تھے لیکن حضورؐ کی امت نے جس طرح ان کی بابت لکھا اور محفوظ کیا اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی، نہ صرف مذہبی میدان میں بلکہ وہ معاشرتی اور سائنسی شخصیات کے بارے میں بھی اس قدر جاندار تفاصیل کہیں موجود نہیں۔

دنیا بھر میں اور پوری تاریخ میں یہ بلندی صرف نبی کریم ﷺ کے حصے میں آئی کہ ان کی ساری سوانح تمام تر جزیات سمیت موجود ہے جس کی تیاری میں بے پناہ احتیاط، اور فرض شناسی سے خیال رکھا گیا۔ آپؐ کے فرمودات نے ایک نئے فن کو جنم دیا۔ اور نیک و باعمل لوگوں کی زمانہ درزمانہ محدثین کی جماعت نے جنم لیا۔ اللہ ان اپنی رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے آپؐ کی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے واقعہ اور چھوٹے نقطے کو بھی قلم بند کر دیا۔

حضورؐ نے اپنے بچپن سے لیکر جوانی اور جوانی سے لیکر آخر عمر تک پوری زندگی اس قدر پاکیزگی، شرافت اور احتیاط سے گزاری کہ دشمن معترف ہوئے۔ آپؐ کی شخصیت معصوم، اجلی اور بے داغ ہے۔ یہ آپؐ ہی کی شخصیت تھی جس کے پاس دشمن امانتیں رکھواتے اور آپ کو "صادق الامین" کہتے ہیں ابوجہل جیسا شخص بھی یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ۔

"محمدؐ میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا، ہاں جس چیز کی تم دعوت دیتے ہو، اسے درست نہیں سمجھتا"

ابوسفیان سے جب قیصر روم سے پوچھا کہ کیا تم نے محمدؐ کو دروغ گو پایا تو اس نے کہا، نہیں جس پر قیصر روم نے کہا جو دنیاوی معاملات میں دروغ گوئی نہیں کرتا خدا پر افترا کیسے باندھ سکتا ہے۔ تاریخ گواہ کہ قریش نے جب آپؐ کو مال و دولت، قبائل کی سرداری اور عورتوں کے حسن و جمال کی پیشکش کی آپؐ نے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

امیر دو جہاںؐ بیک وقت کئی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتے تھے، وہ امیر مملکت، سپہ سالار، قاضی، ہادی، مصلح تھے، صاحب اولاد تھے۔ بیویوں اور اولاد کے فرائض میں بندھے تھے۔ خدام رکھتے تھے، تاجر تھے، دنیا کے سارے عمل ایک خدائی دستوار العمل کے تحت زندگی بسر کرنے والا بشر جس کو اللہ پاک نے رحمت العالمین بنا کر بھیجا۔ اور اس کے اسوۃ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا۔ فرمایا تمہارا نبیؐ جس سے

Marfat.com

روکے رک جاؤ جس کی اجازت دے، کرو۔ گویا تشریح کر دی کہ وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ پاک کے حکم سے کرتے ہیں، انہوں نے کبھی کسی کو اذیت نہیں دی، طعن و تشنیع نہیں کی۔ یہ آپ ؐ کی سیرت ہے جس کے بل بوتے پر محض دس برس میں انہوں نے صحابہ کرام ؓ کی تربیت کر کے، دس لاکھ مربع میل کی اسلامی ریاست قائم کر دی۔

آپ ؐ کی زندگی کا ہر شعبہ اپنانے والے کے لیے نمونہ بے مثال ہے۔ فوج کو نئے جنگی طریقوں سے روشناس کرایا۔ خندق کھدوائی طائف کے محاصرے میں دبابہ استعمال کیا۔ صلح حدیبیہ کی جس کو اللہ پاک نے فتح عظیم قرار دیا۔ حکم دیا کہ جنگ میں عورتوں اور بچوں اور مذہبی راہنماؤں کو قتل نہ کریں۔ ہتھیار ڈالنے والوں کو چھوڑ دیں۔

آپ ؐ نے بحیثیت تاجر بے مثال شرافت اور دیانتداری کو قائم کیا۔ خدیجہ ؓ کے مال کو لے جاتے تو جائز اور زیادہ منافع کے ساتھ لوٹتے، ناقص مال کی ملاوٹ والے غلے کے تاجر کو کہا کہ اس کی تجارت ناجائز ہے۔ ذخیرہ سے منع فرمایا اور کہا کہ چالیس روز سے زیادہ اناج ذخیرہ کرنے والا ناجائز اور حرام کمائی کا مرتکب ہوتا ہے۔ آپ ؐ نے انسانوں کی تجارت سے منع کیا، عورتوں کو وارثت دلوائی۔ ازدواج میں برابری کا حکم جاری کیا۔ ماں باپ کی نافرمانی کو سب سے قبیح گناہ قرار دیا، اور فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو بڑوں کی تکریم نہ کرے اور چھوٹوں سے پیار نہ کرے۔ زکوٰۃ اور خمس کا نظام جاری کیا۔

Marfat.com

آمدِ رسولِ عربی ﷺ

عطا بن سید فرماتے ہیں، میں نے عبداللہ عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور وہ چونکہ کتب سابقہ کا مطالعہ فرماتے تھے لہذا ان سے عرض کیا کہ مجھے تورات میں مذکورہ کمالات مصطفویہ اور اوصاف محمدیہ کی خبریں دیں۔ تو انہوں نے فرمایا، ہاں سنیے، وہ تورات میں بھی بعض ایسی صفات کے ساتھ موصوف ہیں۔ جو قرآن عظیم میں

موجود ہیں...... تم میرے بندہ خاص اور رسول مخصوص ہو۔ میں نے تمہیں متوکل کے نام سے موسوم فرمایا۔ تم نہ سخت کلام ہو اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں بلند آواز شور و شغب کرنے والے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے ہو بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہو اور ظلم اور زیادتی کرنے والے کے لئے دعائے مغفرت فرماتے ہو۔

(الوفا۔ امام عبدالرحمٰن ابن جوزی)

رب العزت کا فرمان ہے:

یعنی جو لوگ اتباع کرتے ہیں۔ اس رسول معظم نبی مکرم کی جو صفت امی سے موصوف ہیں۔ جن کا تذکرہ ان کے ہاں تورات و انجیل میں موجود ہے۔

(تفسیر صلاوی و جلالین)

یہود و نصاریٰ کا خیال ہے کہ کسی بھی پیغمبر کا دعویٰ نبوت اس وقت تک درست نہیں جب تک پہلے پیغمبروں نے اسکی آمد کی تصدیق نہ کی ہو اور وہ ان نشانیوں پر پورا اترتا ہو جن کا مدعی نبوت میں ہونا ضروری ہے۔ جب آپ ﷺ کی ولادت کا زمانہ تھا تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے والد حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن سنان کو یہ کہتے سنا کہ یوشع یہودی کہ رہا تھا کہ اس نبی کے زمانہ ظہور و ولادت کا وقت آچکا ہے۔ جن کو احمد کے نام سے پکارا جائے گا۔ جو حرم مکہ سے ظہور پذیر ہوں گے۔ اور یہودی زبیر بن باطا نے کہا کہ وہ سرخ ستارا جو صرف نبی کے ظہور ولادت کے وقت ہی طلوع کرتا ہے وہ طلوع ہو چکا ہے

Marfat.com

اوراب سوائے احمد مجتبیٰؐ کے اور کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں اور مدینہ منورہ ان کا دارالحجرت ہے۔ موجودہ توارت کی کتاب پیدائش باب 16 کے آخر اور باب کے اول میں ایسے اشارے ملتے ہیں۔

"اور حاجرہ ابراہیم کے لیے بیٹا جنی اور ابراہیم نے اپنے بیٹے کا نام جو ہاجرہ جنی اسماعیل رکھا"۔

(پیدائش 16-15)

قرآن کریم نے تاریخ کا حوالہ پیش کیا

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمھارے پاس خدا کا قاصد بن کر اور مجھ سے پہلے جو تورات آئی، میں اسکی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے بعد احمد نام ایک پیغمبر کی خوشخبری لے کر آیا ہوں۔

(یوسف)

توارت کے پیدائش کے باب ہی میں بیان ہوا کہ حضرت حاجرہ جب حاملہ ہونے کے بعد حضرت ساحرہ سے خفا ہو کر بیر سبع چلی گئیں تو فرشتہ نے آواز دی۔ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا کہ وہ کثرت سے گنی نہ جاسکے اور خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو بیٹا جنے گی۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا کہ خدا نے تیرا دُکھ سن لیا ہے۔ (پیدائش 16-10) اولاد اسماعیل میں ایک رسول پیدا ہوگا جس کو انجیل نے فارقلیط کہا۔ یوحنا کی انجیل کے باب 14 میں لکھا ہے۔

اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا 'فارقلیط' بخشے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔

یہ بھی درج ہے کہ آنے والا پیغمبر پرانے پیغمبروں کی تصدیق کرے گا۔ رب کا پیغام تھا

"وہ فارقلیط جسے میں تمہارے باپ کی طرف سے بھیجون گا یعنی سچائی کی روح جو باپ سے نکلتی ہے وہ میرے لئے گواہی دے گا" (15 - 16)

نبی کریم ﷺ دنیا میں آکر اپنے رب کے پیغام کی تجدید کریں گے اور وہ تمام امت کی تربیت فرمائیں گے ارشاد ہوا:

Marfat.com

''وہ فارقلیط' جو روح القدس ہے۔ جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمہیں سب چیزیں سکھائے گا اور یہ سب باتیں جو کچھ کہ می نے کہی ہیں تمہیں یاد دلائے گا''۔ (14 - 26)

حضرت کعبؓ، قبولِ اسلام سے پہلے ایک مشہور یہودی عالم کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ تفسیر طبری میں لکھا ہے کہ حضرت عطا تابعی نے نبی کریمؐ کے کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا ان کے بارے میں توارۃ، زبور میں بھی کوئی ذکر موجود ہے تو اسکے جواب میں کعبؓ نے کہا کہ اشعیا نبی کی پیش گوئی یہ ہے۔

''دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا، میرا برگزیدہ بندہ جس سے میرا جی راضی ہے، میں نے اپنی روح اس پر رکھی، وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرے گا اور اپنی صدا نہ بلند کرے گا اور اپنی ....خداوند تیرا رب خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان میں سے تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری ہی مانند ایک نبی بھیجے گا۔

(استثنا15-18)

استثناہی کے باب 23 میں لکھا ہے۔

''خداوند سینا سے آیا۔ شعیر سے ان پر طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا۔ وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اس کے ہاتھ میں آتشیں شریعت تھی''

صحائف میں بھی درج ہے۔

''جب وہ سچائی کی روح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ جو کچھ سنے گا وہی کہے گا''

(لفی الصحف الاولیٰ)

حبوق کی کتاب میں آپ ﷺ کی آمد کی شان کو بیان کیا گیا

''وہ جو قدوس ہے۔ کوہِ فاران سے آیا اسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا زمین اسکی حمد سے معمور ہوگئی۔ اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی''

پرانے پیغمبروں نے آپ کی سرداری کو تسلیم کیا یوحنا کی انجیل کے باب 30-14 میں لکھا ہے

Marfat.com

"دُنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس اس کا کچھ نہیں"۔

نبی کریم جب مکہ میں بحیثیت فاتح داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے ہمراہ پورے دس ہزار صحابہ تھے جس کا اشارہ استثنا کے باب میں کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ ہندوؤں کی الہامی کتابوں میں بھی اس کا بیان ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا تھا۔

"میرا محبوب سُرخ وسفید ہے۔ وہ دس ہزار آدمیوں کے
درمیان جھنڈے کی طرح کھڑا ہے۔ وہ سراپا عشق انگیز
ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو! ۔ یہ میرا پیارا۔ یہ میرا جانی ہے"

(غزل الغزلات 10-16-05)

یہی بات عبرانی بائیبل میں اس طرح بیان ہوئی۔

"وہ محمد ﷺ ہے۔ یہ میرا پیارا اور جانی ہے اے دخترانِ یروشلم"۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب موسیٰؑ پر تورات نازل ہوئی اور اس کو تلاوت فرمایا تو اس میں اُمت محمدیہ کا ذکر پایا۔ کعب احبار سے منقول ہے کہ تورات میں مکتوب و مسطور ہے کہ رسول اللہ ﷺ سخت کلام ہیں نہ سخت دل۔ ان کی اُمت بہت زیادہ حمد وثنا کرنے والی ہوگی۔ ان کے تہہ بندان کی نصف پنڈلیوں تک ہوں گے۔ اس حبیب کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے۔ اور مقام ہجرت مقدور، مطہر شہر مدینہ ہے۔

آسمانی کتابوں اور صحیفوں سے ہٹ کر ہندوؤں کی مقدس کتاب "کلنکی" کے بارھویں باب میں درج ہے کہ جگت گرو، وشنو بھگت اور سومتی سے پیدا ہوگا۔ اسکی پیدائش 12۔ بساکھ۔ پیر کے دن، سورج نکلنے سے دو گھڑی بعد ہوگی۔ اس کا والد اس کی پیدائش سے پہلے فوت ہو جائے گا۔ اور بعد میں اس کی ماتا بھی فوت ہو جائے گی۔ جگت گرو کی شادی سلمل دیپ کی شہزادی سے ہوگی۔ شادی کے موقعہ پر اس کے چچا اور تین بھائی موجود ہوں گے۔ ایک غار میں پرس رام اسے تعلیم دے گا۔ اور جس وقت سلمل دیپ سے سمبالا میں آئے گا تو وہ تبلیغ شروع کرے گا۔ جس پر اس کے رشتہ دار ناراض ہو جائیں گے۔ مصائب سے تنگ آ کر وہ شمالی پہاڑیوں میں بھاگ جائے گا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد وہ اسی شہر (سمبالا) میں دس ہزار آدمیوں کے ساتھ تلوار لے کر آئے گا اور سارا ملک فتح کرے گا۔ جگت گرو کے پاس ایک گھوڑا ہوگا جس پر سوار ہو کر وہ زمین اور سات آسمانوں کی سیر کرے گا۔"

Marfat.com

اس پیغام کی روح کو پانے کے لئے الفاظ کی تشریح کر لیتے ہیں

جگت گرو۔ جگت یعنی دنیا۔ گرو یعنی استاد (ہادی و معلم)

وشنو بھگت۔ وشنو یعنی اللہ۔ بھگت یعنی بندہ (عبد یعنی عبداللہ۔ حضور ﷺ کے والد)

سومتی۔ سو یعنی امن اطمینان۔ متی یعنی دل۔ وہ دل جس میں اطمینان ہو۔ (یعنی آمنہ آپ ﷺ کی والدہ)

سلمل دیپ۔ ایشیائے صغیر و عرب۔

شہزادی۔ عرب کی دولتمند خاتون۔ خدیجہ (جس کی شادی ہوئی)

آپؐ کے چچا ابو طالب اور تین بھائی (چچازاد) یعنی علیؓ، عقیلؓ، اور جعفرؓ شامل ہوئے تھے۔

سمبالا۔ یہ شہر مکہ ہی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے غار حرا سے نکل کر اسی شہر میں تبلیغ شروع کی۔

غار۔ غار حرا۔

پرس رام۔ یعنی معلم۔ حضرت جبرائیلؑ کا وحی لانا اور تعلیم دینا۔

تلوار لے کر آنا۔ نبی کریم ﷺ کا دس ہزار آدمیوں کے ساتھ تلوار لے کر مکہ آنا اور سارا ملک فتح کرنا۔

گھوڑا۔ فتوحات اور معراج کی جانب اشارہ۔

Marfat.com

نعت شریف

آج جو قران موجود ہے، آج بھی کسی تحریف سے پاک یا کسی بھی تغیر سے پاک ہے نبی کریمؐ کی زندگی تمام تر جزیات کے ساتھ اس طرح محفوظ ہے جیسے یہ حال ہی کا زندہ انسان ہو۔ اس کے شب وروز پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہیں اور کسی اور نبی کو یہ اعزاز حاصل نہیں کہ اس کی زندگی کی پوری تفصیل صحت اور اسناد کے ساتھ، موجود ہو۔

حکیم محمد سعید فرماتے ہیں کہ

> ''کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں مذکورہ انبیا (حضرت موسیٰؑ، عیسیٰؑ) کا کوئی ایک دن بھی ضروری تفصیلات کے ساتھ موجود ہو، نبی کریمؐ کی حیات گرامی کا ایک ایک واقعہ، ایک ایک حادثہ، آپؐ کی گفتار وکردار، امرونہی، وضع وطریق اور اعمال واقوال کا پورا مجموعہ بلا شائبہ ریب وشک، شد مسلسل کے ساتھ موجود ہے''

آپؐ کی زندگی کے شب وروز صحت اور جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کی زندگی کو جاننے کا متمنی شخص آسانی سے جان سکتا ہے کہ آپؐ کی ریاضت وعبادت کیسی تھی۔ لوگوں سے برتاؤ کیسا تھا۔ گھر کے اندر اور باہر شخصیت کیا تھی۔ عزیزوں، دوستوں، دشمنوں گستاخوں، بچوں، بوڑھوں، دوسرے ادیان کے پیروکاروں بیٹوں، بیویوں، بیٹیوں کے ساتھ رویہ کیسا تھا۔ اس کی تفصیلات جان کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وہ ایک مکمل انسان تھے جس کی مدح اس کے خالق نے بھی کی۔ (الاحزاب ۵۶)

لقب رسولؐ کا آغاز آپؐ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا، آپؐ مدینہ شریف آئے تو انصار مدینہ کی لڑکیوں کی معصوم زبانوں پر آپؐ کی مدحت کے الفاظ اشعار کی صورت جاری ہوئے۔

رسول اللہ سے محبت اور عقیدت کو ایمان کا جز و تصور کیا گیا اور اسی محبت وعقیدت کا اظہار نعت

Marfat.com

کہلائی۔شاعرِرسولؐ حضرت حسان بن ثابتؓ نے نعتیہ قصائد میں آپ کے سراپا حسن کے موتی جڑے ہیں ۔آپؐ کی خوبیاں ان گنت اور احوال ،تبدیلی ہوا نے پورے عرب کی فضا بدل ڈالی اور ہر طرف آپؐ کی مدحت کے نغمے گونج اٹھے۔آپؐ نے کسی کو جانشین مقرر نہیں کیا ،قیدیوں کو فدیہ کے عوض رہائی عطا فرمائی ،عورت کو وراثت میں حصہ کا حق عطا کیا،خلع اور نکاح میں آزادی دی۔ بتدریج غلامی سے آزادی کا بندوبست کیا۔مشقت میں ہاتھ بٹانے کا حکم صادر فرمایا۔عدل وانصاف کا چارٹر عطا کیا جہاں فاطمہؓ اور عام عورت احتساب میں برابر کھڑی کر دیں گئیں۔ان کے عمل اور حسن گفتگو اور معاملات انہیں ایسے ایسا مقام پر فائز کیا جس پر لوگ صدیوں سے اسی والہانہ پن سے اپنی عقیدت اور محبت کے موتی جڑتے چلے آرہے ہیں۔

اقبال نے کہا

ہر کجابینی جہاں رنگ وبو
آں کہ از خاکش بر ویدآرزو
باز نور مصطفیٰ اور بہااست
یا ہنوز اندرتلاش مصطفیٰ است

ہروہ کلام جس میں نبی کریمؐ سے عقیدت ان کی صفت وثنا بیان کی جائے نعت کہلاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس میں نظم کی کوئی قید نہیں۔اگر کوئی نثر بھی اس معیار پر اترے،تو اسے نعت ہی کہنا چاہیے، نعت گوئی کا رواج نبی اکرمؐ کے زمانے سے جڑا ہے جب حسان بن ثابتؓ نے حضورؐ کی شان میں اشعار لکھے۔اس میدان میں شیخ سعدی، ملا حاجی اور حاجی محمد قدسیؒ کے نام روشن ہیں۔اردو میں نظم گوئی کا دور نویں صدی ہجری میں ہوا۔جسے اب پانچ سوسال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔بہمنی دور کی لکھی مثنوی قدم راؤ پدم راؤ فخر الدین نظامی نے لکھی تھی۔غالباً یہ ۸۶۵ اور ۸۳۸ کے درمیان کا زمانہ تھا۔ٹھیٹھ ہندی ،سنسکرت اور پراکرت کی زبان ہے۔نظامی نے عام رواج کے مطابق اول حمد لکھی جن کے بعد نعت کے اشعار،اس کے بعد نوسر بائز کا جو مخطوطہ ہے۔وہ ناقص الاول ہے۔مثنوی خوب ترنگ“ کی شرح خوب محمدؐ 1000ھ میں لکھی جو فارسی نثر ہے۔

Marfat.com

گیارہویں صدی نعت گوئی کے لیے مبارک علی، میاں محمد علی قطب شاہ اور مولانا وجہی قابل ذکر ہیں۔ وجہی کی مثنوی 'قطب مشتری' کی ابتدا میں حمد کے بعد ۱۲۶ ابیات قلم بند کی گئی ہیں۔ نعت گوئی کے تیسرے دور میں معظم، بلاقی، عالم، احمد اور مختار نمایاں ہیں۔ شاہ امین الدین کی ''معراج'' نامہ اور بلاقی حیدر آبادی کی معراج نامہ کے قلمی نسخے دستیاب ہیں۔ اس صدی کے ختم ہوتے ہوتے اور کتابیں اور لکھی گئیں ایک مختار کا ''معراج'' نامہ دوسرے فتاحی کا ''معراج نامہ''

گیارھویں صدی کے اختتام تک اس نوع کی ساری کتابیں دکنی شعرا کی ہیں۔ نصرتی کا علی نامہ۔ ہاشمی بیجاپوری کا تھا جس نے ''معراج'' نامہ لکھا۔ بارھویں صدی میں شمائل نامہ'' لکھا گیا۔ یہاں ایک اور کامیاب شاعر عنائت شاہ ہیں جو محبوب سبحانیؒ کی اولاد سے ہیں۔ بارھویں صدی میں لکھے گئے پانچ معراج ناموں کا علم ہوسکا ہے۔ اعظم کا ''معراج'' نامہ، محمد بند مجتبیٰ مہدوی کا ''معراج نامہ'' شاہ کمال الدین کا ''معراج نامہ'' لچھمی نرائن کا ''معراج نامہ'' اور پانچواں ''معراج نامہ'' شاہ ابوالحسین قربی بیجاپوری کا۔ یہ تمام کی تمام غزل، قصیدہ اور دیگر اصناف سخن کے پیرائے میں ہیں ان کا بیشتر حصہ وقیع، جامع اور ایمان افروز ہے۔

نعت کہنا اور لکھنا ہماری روائتی شاعری سے وابستہ ہے، اور اردو کے شعری نظام کا لازمہ رہے ہیں۔ نعتیہ مشاعرے آج بھی ہوتے ہیں۔ شعری مجموعوں میں حمد اور نعت کا التزام رکھا جاتا ہے۔ اگرچہ نعت باقاعدہ شاعری کا موضوع نہیں رہا تاہم مذہبی مواقع پر یہ حصول ثواب کی خاطر، نعت بھی لکھی جاری ہے۔ اردو، فارسی اور عربی میں جو ادب پیدا ہوا، وہ مسلم شعور کے بغیر وجود نہیں پا سکتا تھا۔ حمد و نعت کا حصہ ادب میں علیحدہ کرلیا جائے تو وہ ضرور ضخیم نظر آئے گا لیکن بڑے کینوس پر وہ ایک مختصر کام ہے۔ یہ مثال صرف ہمارے ہاں لاگو نہیں ہوتی بلکہ دنیا بھر کے ادب میں اس کی صورت حال کم وبیش ایسی ہی ہے۔ شاعر دراصل واردات انسانی کا اظہار ہے جس میں وہ ایک آدمی کے طور پر دوچار ہوتا ہے اور اس میں عمومیت ہوتی ہے۔ اس میں اس کے عقیدے اور مذہبی شعور، دینی اقدار کا بھرپور ہاتھ ہوتا ہے جس کے بغیر آپ شاعری کی انفرادیت کا تعین نہیں کر سکتے۔ یہاں ایک مشکل درپیش آتی ہے کہ ماورائے کائنات کی حقیقت کو شاعری میں ڈھالنا ممکن نہیں ہوتا۔ مجبوری یہی ہے کہ جب تک شاعر بات کو مجاز کا رنگ نہ دے کام نہیں چلتا۔

Marfat.com

نبیؐ کریم کی ذات وصفات کی قرانی تعلیمات اور تصوف کی اصطلاحات کا بیانیہ انداز کسی کی مدح، قصائد کی روش میں کیا جاتا ہے جس سے شعری کمالات نکالنے کی گنجائش بڑھ جاتی ہے اور انداز مجلسی ہو جاتا ہے۔ تاہم اگر کوئی بھی شاعر اپنی والہانہ شیفتگی اور خلوص کا اظہار کرتا ہے تو جامی اور خسرو کی غزلیں مثالی مقام بن جاتی ہیں۔ محسن کاکوروی نے اپنی انفرادی حیثیت کو منوالیا اور اپنی شاعری کا موضوع۔ نعت گوئی کو بنایا۔ امیر مینائی، حسرت موہانی، نے بھی جھنڈے گاڑے ہیں، حالی نے حضورؐ کی ذات کے وہ پہلو اجاگر کیے ہیں جن سے انسان کے جذبات کا اندازہ ہوتا اور بنیادی فوائد کھل کر سامنے آتے ہیں۔ گویا وہ ایک بڑے مصلح اور رفارمر کا تشخص سامنے آتا ہے۔ مولانا ظفر علی خان کے بعد نعت گوئی ان شعرا تک محدود ہو گئی جن کا تعلق ہماری روائتی عربی یا قدیم اسالیب شاعری سے تھا۔ جدید ادب اور شاعری کے علم برداروں نے زندہ ادب کے مدعیوں کے طور پر منوایا۔ ترقی پسند جدید ادبی تحریکات میں اردو شاعر کے بنیادی اسالیب بیان روایت بن گئے۔ چنانچہ ہمارا تعلق اپنے شعری اسالیب اور نظام فکر سے کٹ کر رہ گیا۔

اردو غزل کی شاعری میں ماورایت اور تہہ داری کے ساتھ رمز و کنایہ کے مجازی پیکر میں حقیقی روحانی محسوسات کا پرتو ملتا ہے۔ اردو غزل میں فراقیہ کیف اور دوری کا احساس، اپنے روحانی اور ماوراالبع اشارات کو انسانی زندگی میں گھلا ملا دیا ہے۔ مجازی اصطلاحیں حقیقت کا پرتو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہیں۔ ہمارے عقیدے کے مطابق محمدؐ کی ذات وصفات کا اظہار تو شائد پوری طرح ممکن ہی نہیں اور خاص طور پر خالق کائنات نے آپؐ کے احترام اور ادب کے مدارج مقرر کر کے ''رحمت اللعالمین'' بنا دیا ہے۔ اس لیے آپ کی شخصیت ایک عزت واحترام سے بڑھ کر ہمارے لیے۔ ایمان کا جزو بن گیا ہے۔ نعت گوئی اب کوئی آسان مرحلہ نہیں رہا۔ اسی لیے نعت گوئی میں کوئی التزام نہیں رکھا جاتا، اس عتبار سے مرثیہ گوئی کی طرح یہ کوئی ادبی وفنی صنف نہیں اور نہ ہی اس کے لیے کوئی فنی اسلوب طے ہے۔

قیام پاکستان کے بعد جدید ادب کے علم برداروں میں یوسف نظر اور قیوم نظر نے حضورؐ کی ذات گرامی کے حضورؐ جدید اسلوب میں بے مثل نعت گوئی کی۔ آج کا پاکستان نئے لکھنے والوں کی صف سے بغیر کسی تحریک کے، سب نعت کو اظہار کا وسیلہ بنا رہے ہیں سلیم احمد جعفری طاہر رحمٰن کیانی، مجید امجد، حفیظ تائب جیسے متعدد جدید شعرا اس بے مثل ہستی کے دامن میں فلاح تلاش کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ پر خلوص جذبات سے دہکتی شاعری کا وہ اسلوب ہے جو ایک بار پھر وحدت فکر کی تلاش میں نکل پڑا ہے۔

Marfat.com

بہت سے شہرت یافتہ شعرا نے بھی نعت کو ذریعہ اظہار، عقیدت بہ حضور ﷺ بنایا۔ایک سرسری فہرست میں، طاہر القادری، عاصی کرنالی، ظفر اقبال، نگہت یاسمین، امین راحت چغتائی، گفتار خیالی، ایاز صدیقی، بسمل صابری، اختر شیخ، احمد وسیم شیخ، پیر نصیر الدین گولڑوی، شبنم شکیل، جلیل عالی، خرم خرام صدیقی، توصیف تبسم اور بہت سے دوسرے اعلیٰ درجہ کے نعت گو شعرا کے نام آتے ہیں جن کی فہرست یہاں بنانا ممکن نہیں۔

Marfat.com

محمدؐ ایک عظیم مدبرؐ

ابن خلدون نے لکھا کہ مزاج کے اعتبار سے عرب قوم سیاسی طور پر ایک انتہائی پست حال قوم تھی، وہ وحدت اور مرکزیت سے آشنا نہیں تھی، وہ خانہ جنگیوں اور لوٹ مار میں مصروف رہتی تھی۔ اتحاد تنظیم اور قومیت کے شعور سے بے بہرہ تھی جس سے اجتماعی سیاسی زندگی کی بنیادیں بنتی ہیں وہ ایک شدید جھگڑالو قوم تھی جس کی تقدیر تیئس سال کے قلیل عرصہ میں نبی کریم ﷺ نے بدل کر رکھ دی۔ اختلافات مٹا دیئے۔ نزاع کے اسباب ختم کر دیئے۔ اور ایک شتربان قوم سے اٹھا کر جہان بانی کے مقام پر فائز کر دیا۔

آپؐ کے ہاں سیاست عبادت تھی، جس میں بادشاہ کی حیثیت ایک عام آدمی کے برابر تھی۔

ہمارے ہاں یہ روایت ہے کہ لکھی گئی باتوں پر سر دھنا جاتا ہے اور مصلحت کے تحت اصول اور قانون سے پھر جانا سیاست گردانا جاتا ہے۔ لوگ ذاتی غرض سے جھوٹ بولتے ہیں، خود غرضیاں کرتے ہیں۔ چالبازیاں اور عہد شکنیاں ان کی زندگی کے روزمرہ میں شامل ہیں۔ ایسے اعمال کو اپنا کمال سمجھتے ہیں، لوگوں سے ایسی حرکتوں پر داد پاتے ہیں۔ وہ کرّ وفر کے ساتھ باہر نکلتے ہیں، لوگ ان کے جلوس میں چلتے ہیں، آراستہ دیوانوں میں قیام کرتے ہیں شاہی سواریوں میں سفر کرتے ہیں۔ سڑکوں کو بند کر کے چلنا اپنی شان کا حصہ سمجھتے ہیں، ایسے لوگ غور نہیں کرتے کہ ان کے اسلاف کیا کرتے رہے ہیں وہ بھول گئے ہیں کہ نبی کریمؐ جب صحابہؓ کے ہمراہ چلتے تو کوشش کرتے کہ سب کے پیچھے چلیں۔ مجلس میں ان کی پہچان مشکل ہوتی۔ کسی پر آپؐ کی ہیبت طاری ہوتی تو شفقت سے فرماتے ہیں تمہاری طرح کا عام آدمی ہوں۔ میں تمہاری ماں کی طرح بدوانہ زندگی کی طرز پر سوکھا گوشت کھاتا ہوں۔

انقلاب میں ہمیشہ کٹے سروں کے ڈھیر لگاتے ہیں لیکن آپؐ کے ہاتھوں برپا ہونے والے انقلاب میں محض چند سو نفوس حضورؐ کے ساتھیوں میں شہید ہوئے یا مخالفین قتل ہوئے۔ عام جنگوں کی طرح آبروئیں ہوس کی بھینٹ نہیں چڑھائی گئیں۔ آپؐ کی فتوحات میں ایک بھی واقعہ ایسا نہیں جس سے کسی کے نفس پر دست درازی کی گئی ہو۔

Marfat.com

اللہ پاک نے جو دین دنیا کے لیے بھیجا وہ نہ صرف ہماری انفرادی زندگی کا دین ہے بلکہ اجتماعی زندگی پر بھی اسی طرح لاگو ہوتا ہے۔ حضورؐ کی ذات وہ حوالہ ہے جس کو معلم اخلاق بنا کر اسوہ اور نمونہ قائم کیا، سیاست کا آئین سکھایا، ایک ماہر سیاست اور مدبر کامل کی حیثیت میں اسے جاری بھی کیا۔

آپؐ نے اپنی زندگی میں سیاست کو عبادت کا درجہ دے کر ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رکھا، اپنے طرز عمل سے درس دیا کہ ایمانداری اور سچائی انسانی زندگی کی بنیادی اخلاقیات کا حصہ ہے۔ آپؐ نے کبھی جھوٹا وعدہ نہیں کیا۔ بے شمار بار آپؐ کو دشمنوں سے جنگیں کرنا پڑیں، بیرونی طاقتوں کے خلاف لڑنا پڑا لیکن کبھی معاہدے سے انحراف نہیں کیا۔ اپنے حلیفوں کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑا۔

حضور نبی کریمؐ نے ایک اصولی انسانی تنظیم قائم کی جس میں کسی لالچ کا کوئی عنصر موجود نہیں تھا اور نہ ہی لوگوں کو طاقت سے مرعوب اور خوفزدہ کیا گیا۔ اس قوم کے ہر فتنے کو مٹانے کے لیے، خدا کی بندگی کی تعلیم دی گئی۔ اس کی اطاعت کے لیے اکسایا گیا، ان میں اخوت عدل اور آخرت کے خوف سے آگاہ کیا گیا ہے۔

آپؐ نے معاشرے کے لیے جو اصول مرتب کیے ان میں کبھی سمجھوتہ نہیں کیا گیا نہ کسی سے مرعوب ہوئے اور نہ ہی کسی لالچ اور پیشکش کا فائدہ اٹھایا۔ آپؐ کی زبان، پتھر پر لکھا حرف تھا۔ آپؐ نے کسی ذاتی، یا نجی مفاد کے لیے۔ کسی اصول کو داؤ پر نہیں لگایا۔

آپؐ کی زندگی کسی بھی طمطراق سے خالی تھی، آپؐ کی حکومت خلافت الٰہی کے جلال پر قائم تھی اور ظاہری ٹھاٹھ باٹھ ناپید تھا اس کی جگہ محبت کا جمال ٹپکتا تھا، سادگی، فقر اور درویشی تھی، آپؐ نے اپنی زندگی میں ایسی جماعت کی تربیت کی جس نے آپؐ کے مزاج کے عین مطابق ریاست کو آگے بڑھایا، مستحکم کیا۔ آپؐ کی وفات کے فوراً بعد یہ جماعت اپنے نبیؐ کا انقلاب لے کر اس پاس کے ممالک تک جا پہنچی اور آخر کار برِ اعظموں تک اپنی جڑیں پختہ کیں۔ آپؐ کی زندگی گواہ ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی تاریخ کا سب سے بڑا محبوب سیاستدان اور مدبر ترین شخص تھا۔ حالانکہ اس کی ہمہ گیر خوبیوں والی شخصیت میں تدبر ایک ادنیٰ پہلو ہے۔ آج تک پیدا ہونے والی شخصیات میں غیروں نے بھی دنیا کے سب سے مدبر شخص کے طور پر ان کا نام فہرست میں اول مقام پر رکھا ہے۔

Marfat.com

سارے جہانوں کا نبیؐ

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ اللہ پاک نے سب سے پہلے، کونسی چیز پیدا کی۔ حضورؐ نے فرمایا، اے جابرؓ اللہ پاک نے سب سے پہلے تیرے نبی کریم ﷺ کا نور خود اپنے نور (فیض) سے پیدا کیا۔ یہ وہ وقت تھا۔ جب جنت اور دوزخ نہیں تھے نہ فرشتے تھے، آسمان اور زمین نہ تھے۔ جن و انسان نہ تھے اور ابھی لوح قلم بھی تیار نہ تھی۔ لہذا یہ بات درست ہے کہ سب سے پہلے حضورؐ کی روح مبارک ہی پیدا کی گئی دوسری چیزیں اپنی نوع میں پہلی پہلی ضرور ہیں مگر سب سے حضورؐ کی روح مبارک ہی اول ہے۔ حضورؐ نے خود بھی عرباضؓ بن ساریہؓ سے فرمایا کہ میں تو باری تعالیٰ کے ہاں خاتم النبین ہو چکا تھا جبکہ آدمؑ ابھی خمیر میں ہی تھے۔ آپؐ نے فرمایا میں آدمؑ کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے پروردگار کے حضور ایک نور (روح) تھا۔ علامہ سبکیؒ نے اپنی کتاب میں ثابت کیا کہ محمدؐ تمام انبیاؑ اور بعد کے حضرات کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ آپؐ نے خود فرمایا کہ میں نبیؐ تھا اور آدمؑ روح اور جسم کے درمیان تھے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں تمام انبیاؑ کو بھیجنے سے پہلے اللہ پاک نے ان سے عہد لیا کہ وہ محمدؐ پر ایمان لائیں گے۔ اس حلف سے ثابت ہے کہ حضورؐ نبی الانبیاء ہیں اور آخرت کے روز آپؐ کے جھنڈے تلے ہی جمع ہوں گے۔ فتاویٰ حدیثیہ شیخ ابن حجر ہیتی میں علامہ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا کہ حضورؐ فرشتوں کی طرف بھی معبوث ہیں۔ جلا الدین سیوطی، فرماتے ہیں کہ حضورؐ تمام انبیاء، ساری امتوں دوسرے انسانوں، فرشتوں، جمادات، نباتات، حیوانات سب کے لیے نبی ہیں اور ان پر لازم ہے کہ آپؐ کی پیروی کریں۔

حضورؐ سرور کائنات دوسرے انبیا کی طرح خاص زبانوں، خاص مقامات اور خاص قوموں کے لیے معبوث نہیں کیے گئے۔ آپؐ ہر زمانے اور ہر مقام کے لیے، بلکہ جہانوں اور تمام تر مخلوقات کے لیے بھیجے گئے۔ محض عقل کی بنیاد پر یہ طے نہیں کیا جا سکتا کہ انہیں کس کس کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا اور کس وقت کے لیے۔ اس کے لیے ایک ہی معتبر حوالہ ہے اور وہ ہے قرآن اور حدیث۔ نبی کریمؐ کیونکہ

Marfat.com

آخری نبی تھے۔ اور ان کے بعد کوئی نبی نہ آنے کا فیصلہ صادر کر دیا گیا تو یہ بات بالواسطہ ثابت ہوگئی کہ باقی رہتی دنیا تک کے لیے انہی کا پیغام یعنی قران جو ان پر نازل ہوا وہی اللہ اور رسول کی شریعت رہے گی اور آنے والے تمام زمانوں کے لیے وہ آخری نبی ہیں۔ ابن حریر کی روایت قتادہ سے منقولؓ ہے کہ اللہ پاک نے دنیا میں معبوث کے گئے تمام انبیاء سے عہد لیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق فرمائیں گے اور تصدیق کریں گے کہ نبیؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ کچھ لوگوں کا سمجھنا تھا کہ حضورؐ صرف عربوں کے لیے نبی تھے اس کی وضاحت سورۃ جمعہ (۲۔۳) میں کی گئی کہ اللہ پاک نے ناخواندہ لوگوں میں سے ایک نبیؐ بھیجا جو ان کو اللہ کی آتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے، دانش مندی سمجھاتا ہے کچھ لوگوں نے امی کے معنوں کو محدود کر کے سمجھ لیا کہ یہ خود ان پڑھ ہیں یا پھر صرف ان پڑھ لوگوں کے لیے ہیں حالانکہ امی، امت سے بھی ہے، اس اعتبار سے تمام امی اس میں شامل ہیں، قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ:

''ہم نے تمام پیغمبروں کو انہیں کی قوم کی زبان میں
پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کہ ان سے بیان کر دیں
(ابراہیم۔۴)

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

''اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے
خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھے
(سبا)

حضرت جابرؓ کا فرمان ہے کہ نبی کریمؐ نے ان سے فرمایا۔

''مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔

۱۔ ایک ماہ کی مسافت تک رعب کی مدد مجھ کو عطا کی گئی۔

۲۔ کل زمین کو میرے لیے اور میری امت کے لیے سجدہ گاہ بنا دیا گیا۔

۳۔ مجھ پر مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔

۴۔ مجھے شفاعت کے مقام پر فائز کیا گیا۔

۵۔ برعکس دوسرے نبیوں کے میں اپنی قوم کی بجائے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔''

Marfat.com

سات صحابہؓ سے یہ حدیث موجود ہے کہ آسمان اور جنت کے ہر دروازے اور سب پتوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سب فرشتے آپؐ کے رسول ہونے کے دل سے گواہ ہیں۔ فرشتوں نے حضورؐ کے ساتھ جہاد میں شامل ہو کر قتال کیا (قران میں ذکر ہے) حضورؐ چلتے تو پیچھے فرشتے چلتے یعنی وہ آپؐ کے تابعداروں میں ہیں۔ بہت سی حدیثوں میں ہے کہ قبر مبارک پر ہر روز ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں پر بچھاتے ہیں۔ استغفار کرتے ہیں، دورد شریف شام تک پڑھتے ہیں۔

حق تعالیٰ کا سورۃ (احقاف ۲۹۔۳۱) میں ارشاد ہے کہ اللہ پاک نے جنات کو آپؐ کی طرف بھیجا کہ وہ قرآن سنیں، جب وہ قرآن سن کر اپنی قوم کے پاس پہنچے تو بتایا کہ وہ ایک عجیب کتاب سن کر آئے ہیں جو پہلے کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ حق کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ تم لوگ بھی اس اللہ کی طرف بلانے والے کا کہا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ، جس سے تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور تمہیں دردناک عذاب سے محفوظ کر دیا جائے گا۔

جب سورہ بنی سرائیل کی آیت ۸۸ میں یہ چیلنج دیا گیا کہ وہ کوئی قرآن کی کسی آیت کی کوئی مثل بنا کر دکھائیں تو اس میں انسانوں کے علاوہ جنوں سے بھی خطاب کیا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنوں کا حضورؐ کے پاس دو مرتبہ آنا ہوا۔ مقام نصیبین کے نوجن تھے جو ایمان لانے کو حاضر ہوئے اور پھر پیغام موصول ہونے کے بعد اس قوم کے تین سو جن مزید اسلام لانے کو حاضر ہوئے۔ حضرت عکرمہؓ نے روایت کی کہ بارہ ہزار جن مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ابن فرحؒ سے منقول۔ ہے کہ حضورؐ سے پہلے کوئی نبی جنات کی طرف نہیں بھیجا گیا۔

Marfat.com

سرورِ کائنات ﷺ کا لباس

نبی کریم ﷺ کے متعلق جتنی روایتیں موجود ہیں ان سے آپ ﷺ کے کسی مخصوص لباس کے اہتمام کا اظہار نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ بہت سادہ لباس پہنتے تھے۔ عموماً کرتا پہنتے اور تہبند باندھتے تھے۔ آپ ﷺ کا کرتا تقریباً گھٹنوں تک لمبا تھا اور آپ کا تہبند ٹخنوں اور گھٹنوں کے درمیان لمبا ہوتا تھا آپ ﷺ عموماً سیاہ رنگ کا عمامہ باندھتے تھے اور اس کا شملہ آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان رہتا تھا۔ عمامہ کے نیچے آپ ﷺ ٹوپی پہنتے تھے اور فرماتے تھے کہ مشرکین اور ہمارے درمیان یہی فرق ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔ آپ ﷺ لباس کے معاملے میں بڑا فراخ تھے اور کسی خاص قسم کے کپڑے یا اس کے جمال کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ کسی کپڑے کیلئے خصوصاً جستجو نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی نفیس کپڑا پہننا آپ ﷺ کو پسند تھا۔ آپ ﷺ کی چادر مبارک اور کرتے میں پیوند لگے ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کا لباس عموماً کپاس یا صوف سے تیار شدہ ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے قمیص، کرتا، تہبند، چادر، قبا، جبہ اور موزے ہر چیز استعمال فرمائی ہے۔ موزے آپ کو نجاشی نے بطور تحفہ بھیجے تھے اور چمڑے سے بنائے گئے تھے۔ ان تمام کپڑں میں سادگی کا عنصر نمایاں تھا۔ نمائشی یا کھلتا ہوا لباس زیب تن نہیں فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے کرتے کا تکمہ کھلا رہتا تھا۔ اکثر بھیڑ کے اون سے تیار شدہ کپڑے بھی استعمال فرماتے تھے اور عموماً لباس موٹا ہوتا تھا جس میں نفاست نہیں پائی جاتی تھی۔ آپ ﷺ کا قمیص، تہبند، چادر وغیرہ کا الگ کوئی جوڑا نہ تھا۔ لباس کا ایک ہی جوڑا تھا اور اسی کو دھو کر پہنتے تھے۔ آپ ﷺ کی تہبند چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور تین ہاتھ ایک بالشت چوڑی تھی۔ (شمائل ترمذی)

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نیا لباس جمعہ کے دن پہنتے تھے۔ آپ ﷺ کو دھاری دار چادریں پسند تھیں۔ (صحیح بخاری)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے جب نبی کریم ﷺ منبر پر

Marfat.com

خطبہ پڑھ رہے تھے۔ سیاہ عمامہ آپ کے سر مبارک پر تھا اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا" (مسلم، نسائی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"حضور ﷺ کا پیرہن مبارک سوتی اور تنگ دامن آستین والا ہوتا تھا اور آپ کے قمیص مبارک میں گھنڈیاں لگی ہوتی تھیں اور قمیص مبارک میں سینہ کے مقام پر گریباں تھا اور یہی قمیص کی سنت ہے۔

(مدارج نبوت)

آپ ﷺ کے نعلین مبارک کی شکل آج کل کی چپل کی طرح تھی جس میں تسمے لگے تھے۔ آپ ﷺ نے بعض اوقات شامی عبا بھی استعمال کی ہے۔ آپ ﷺ کا بستر مبارک چمڑے کا گدا تھا جس میں روئی کی بجائے کھجور کے پتے تھے۔ آپ ﷺ کی چارپائی بان کی بنی ہوئی تھی جس کے نشان آپ ﷺ کے جسم مبارک پر پڑ جاتے تھے۔ اس بستر پر آپ کا ایک کمل تھا جسے آپ دن اور رات کو استعمال فرماتے تھے۔ اس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ اسی کمبل اور ایک موٹے تہبند میں آپ ﷺ نے وفات پائی۔

قیمتی اور عمدہ لباس سے آپ ﷺ کو کبھی بھی رغبت نہ تھی لیکن کبھی کبھی آپ ﷺ نے خوش نما لباس بھی زیب تن فرمایا۔ بعض سلاطین اور امراء نے آپ ﷺ کو بیش قیمت کپڑے بھی ہدیہ بھیجے۔ آپ ﷺ نے قبول فرمائے اور پہنے۔

صحابہ کرام اجمعین نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اسکی خوبیاں عمدہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"بے شک اللہ جمیل ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں"

وفود آنے پر عیدین اور جمعہ کے دن آرائش پسند فرماتے تھے۔ بنیادی طور پر سادہ اور سفید (رنگ کے) لباس پر رغبت تھی۔ فرماتے تھے کہ

"حسین ترین رنگ سفید ہے۔ اچھا ہے کہ تم میں سے زندہ لوگ بھی پہنیں اور مردوں کو بھی سفید کفن دیں"

(مدارج النبوۃ، شمائل ترمذی)

Marfat.com

سفید کے علاوہ آپ ﷺ کو زرد رنگ بھی پسند تھا اور آپ ﷺ نے کئی بار سارے کپڑے اور عمامہ اسی رنگ میں رنگوا کر پہنے ہیں۔

(ابوداؤد)

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے نعلین کا ایک جوڑا پہنا اور پسند فرمایا۔ پھر فوراً ہی سجدے میں گر پڑے اور فرمایا کہ نعلین اچھی معلوم ہوئیں اور ڈر ہوا کہ اللہ تعالیٰ خفا نہ ہو جائیں۔ باہر تشریف لاتے ہی جس مسکین پر نظر پڑی مرحمت فرما دیئے۔

آپ کپڑوں میں پیوند خود لگاتے تھے اور جوتی ٹوٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے۔

آپ ﷺ کو خوشبو لگانا بے حد پسند تھا۔ آپ ﷺ جس گلی میں سے گزرتے جاتے بڑی دیر تک معطر رہتی۔ فرماتے تھے:

"مردوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیے کہ خوشبو پھیلے اور رنگ نظر نہ آئے اور عورتوں کو خوشبو ایسی ہونی چاہیے کہ خوشبو نہ پھیلے اور رنگ نظر آئے۔

(شمائل ترمذی)

آپ ﷺ نے تکبر اور تکبر والے لباس سے سخت نفرت فرمائی ہے۔ فرمایا کہ

"جو آدمی تکبر کے خیال سے پاجامہ، تہبند، کرتا یا صافہ کا شملہ زیادہ نیچا لٹکائے گا اس کی طرف اللہ تعالیٰ رحمت سے نہ دیکھے گا"

(ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی)

قرآن کی سورہ قصص میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور کئی بستیاں ہم نے برباد کر دیں جب وہ اپنے گزران میں اترا کر چلے"

اہل عرب کے رؤسا اور امراء میں رواج تھا کہ وہ لباس کو لمبا لٹکا کر چلتے تھے جس سے تکبر اور رعونیت ٹپکتی تھی۔ آپ ﷺ نے لٹکانے پر بڑی نفرت کا اظہار فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"تہبند (شلوار) اور پائجامہ کے پائنچہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا

Marfat.com

منافقوں کی علامت ہے۔ جو شخص ازار کا پائنچہ لمبا کرتا ہے اور پاؤں سے نیچے لٹکاتا ہے وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کا گناہگار ہے''

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''جو لمبا تہبند باندھتا ہے وہ منافق ہوتا ہے۔
جو آستین دراز کرتا ہے اس پر لعنت ہوتی ہے''

مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی تہبند کو سامنے کی جانب لٹکاتے اور عقب میں اونچا رکھتے اور گندے اور میلے کپڑوں کو مکروہ اور ناپسند جانتے تھے۔

آپ ﷺ نے نفیس اور باریک کپڑوں پر بھی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور فرمایا: لباس جسم کو چھپانے کیلئے ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی طرح اور عورتوں کو مردوں کی طرح لباس اختیار کرنے سے بھی منع فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ لعنت کرے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔

(بخاری)

آپ ﷺ نے مردوں کو ریشمی لباس پہننے سے بھی منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ حریر پہننے کی اجازت اس لیے دی کہ انہیں خارش ہوگئی تھی۔ فرماتے تھے جس کپڑے یا رنگ سے سرور وفخر پیدا ہو، جس سے دکھاوا پیدا ہوتا ہو، ناپسندیدہ ہے۔ آپ ﷺ نے سرخ لباس کبھی استعمال نہیں فرمایا اور سرخ رنگ کے کپڑوں سے بھی مردوں کیلئے نفرت کی ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص سرخ لباس میں آپ کے سامنے آیا تو آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

(وہ پاک ذات) بڑی عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام ملک ہے (ساری دنیا کی سلطنتیں اسی کے قبضہ میں ہیں) اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ (پاک)

Marfat.com

ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہارا امتحان کرے کہ کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔

(سورہ ملک)

اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو کپڑا اچھوٹا کرنے کا حکم آیا ہے۔

''اور اپنے کپڑوں کو تازہ کرو''

مردوں کیلئے ستر کا جو معیار مقرر کیا گیا ہے اس میں مردوں کیلئے کم از کم ناف سے گھٹنے تک اور عوتوں کیلئے پیشانی سے لے کر پاؤں تک چھپانا نماز میں ضروری ہے۔ عورتوں کا نیم برہنہ یا باریک لباس پہننا منع ہے۔ لباس کا غیر کے سامنے کھولنا منع ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تنہائی میں بھی بے وجہ ستر کھولنے سے منع فرمایا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تنہائی میں خدا دیکھتا ہے اور اس سے زیادہ حیا کرنی چاہیے'' (ابوداؤد)

اور پھر فرمایا کہ:

''کبھی ننگے نہ ہو تمہارے ساتھ فرشتے ہیں جو بوقت برہنگی تم سے الگ ہو جاتے ہیں۔ ان کا لحاظ رکھو''

(بخاری)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اپنے اوپر صوف پہننا لازم کرلو تو اپنے دلوں میں حلاوت پاؤ گے''

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

''کپڑے کو ضائع نہ کرو جب تک اس میں پیوند نہ لگالو۔''

آپ ﷺ پشم کا لباس زیب تن فرماتے تھے اور روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم پر پشم کا لباس ہونا چاہیے تا کہ تم حلاوت ایمان پاسکو''

Marfat.com

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابی ایسے دیکھے ہیں جن سب کا لباس پشم کا تھا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت اویس قرنیؒ کو اون کا لباس پہنے ہوئے دیکھا اس میں بے شمار پیوند لگے ہوئے تھے۔

حضرت اویس قرنیؒ اکثر پھٹے پرانے چیتھڑوں کو جوڑ کر اپنا خرقہ بناتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایسے بلند مرتبہ بندوں کو دوست رکھتا ہے جو لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں (یعنی دنیادار ان کو پہچان نہیں سکتے) ان کے چہروں کی رنگت سیاہ، پیٹ دھنسے ہوئے، کمریں پتلی ہوتی ہیں اور وہ اس قدر بے پروا ہوتے ہیں کہ اگر بادشاہ بھی آئے اور ان سے ملاقات کی اجازت مانگے تو وہ انکار کر دیں اور دولت مند عورتیں ان سے نکاح کرنا چاہیں تو یہ نکاح نہ کریں اور اگر ظاہر ہوں تو کوئی ان کو دیکھ کر خوش نہ ہو۔ اگر بیمار ہوں تو کوئی عیادت نہ کرے''

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

> ''عمامہ باندھا کرو۔ اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے''
>
> (فتح الباری)

حضرت عبداللہؓ بن عمر سے کسی نے پوچھا: کیا عمامہ باندھنا سنت ہے۔ فرمایا: ہاں سنت ہے۔ (عینی) ایک اور حدیث میں حکم ہے کہ ''عمامہ باندھا کرو'' عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے۔ (عینی)

ایلاء کے زمانے میں حضرت عمر بن رضی اللہ عنہ جب مشربہ میں تشریف لائے تھے تو آپ ﷺ کے بدن مبارک پر صرف ایک تہبند تھا۔ ایک کھری چارپائی بچھی تھی۔ سرہانے ایک تکیہ پڑا تھا جس میں خرمے کی چھال بھری تھی۔ ایک طرف مٹھی بھر جَو رکھے تھے۔ ایک کونے میں پائے مبارک کے پاس کسی جانور کی کھال پڑی تھی۔ کچھ مشکیزہ کی کھالیں کھونٹی پر لٹک رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہ روؤں۔ چارپائی کے بان سے جسم

Marfat.com

مبارک پر بدھیاں پڑ گئی ہیں۔ یہ آپ ؐ کے اسباب کی کوٹھری ہے۔ اس کا سامان نظر آ رہا ہے۔ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور آپ ﷺ پیغمبر خدا اور برگزیدہ ہو کر آپ کے سامان کی یہ کیفیت ہو۔ ارشاد ہوا:

"اے ابن خطاب! تم کو یہ پسند نہیں کہ وہ دنیا لیں
اور ہم آخرت۔" (صحیح مسلم)

Marfat.com

اہل بیت

حجتہ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے دین اسلام کی تکمیل ہونے کی خبری دی اور وہ تمام سوال جو کسی طرح بھی تشنہ تھے، ان کی وضاحت فرمادی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ شائد یہ ان کا آخری حج ہو۔ اس اعتبار سے آپؐ کے آخری پیغام کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی۔ مکہ سے مدینہ کو لوٹتے ہوئے آپ ﷺ نے جحفہ کے مقام پر پڑاؤ کیا اور یہاں بھی آپ ﷺ اپنے آخری پیغام کو دہراتے رہے۔ زیدؓ بن ارقمؓ خطاب خم کی روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''لوگو! آگاہ ہو جاؤ میں ایک بشر ہی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ عنقریب میرے رب کا پیغامبر (موت کا فرشتہ) میرے پاس آئے اور میں پیغام قبول کرلوں۔ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے اسے پکڑلو اور اسے تھامے رکھو۔ اور میرے اہل بیت میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں تنبیہ کر رہا ہوں''

گویا آپ ﷺ نے وصیت فرائی کہ اگر تم گمراہی سے بچنا چاہتے ہو تو کتاب اللہ اور دوسرے میرے اہل بیت سے ہرگز جدا نہ ہونا۔ قرآن تو علمی ماخذ ہے اور اہل بیت عملی ماخذ ہیں۔ اہل بیت وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے خونی رشتہ میں منسلک تھے۔ ان میں حضرت علیؓ آپ ﷺ کے چچیرے بھائی، حضرت عباسؓ آپ ﷺ کے چچا، آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ اور ان کے دو بیٹے حسنؓ اور حسینؓ۔

جاہلیت کے دور میں بیٹی کی شادی ہو جانے کے بعد وہ کنبہ سے علیحدہ ہو جاتی تھی اور اس کی اولاد کو اپنے نسب سے خارج سمجھا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس تصور کی اصلاح فرمائی اور بیٹی کو اہلِ بیت اور اس کی اولاد کو بھی اہلِ بیت میں داخل فرمایا۔

Marfat.com

حضرت علیؓ:

حضرت علیؓ آپ ﷺ کے چچیرے بھائی تھے جن کی کفالت و تربیت انکی نوعمری ہی میں نبی کریم ﷺ نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ حضور ﷺ نے جب کفارِ مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر مدینہ جانے کا قصد کر لیا تو اس رات علی ہی اپنی جان کو داؤ پر لگا کر آپ ﷺ کے بستر پر سوئے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی تربیت کا اثر تھا۔

سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

علیؓ! میرے ہاں تیرا وہی مقام اور مرتبہ ہے جو موسیٰؑ کے ہاں ہارونؑ کو حاصل تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(متفق علیہ مشکوۃ)

عبداللہ بن حطبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوگو میں تمہیں اپنے قرابت دار، اپنے بھائی اور اپنے ابن عم علیؓ سے محبت کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ علیؓ سے محبت بس مومن رکھتا ہے اور علیؓ سے بغض صرف منافق رکھتا ہے۔ جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حضور ﷺ نے آپؓ کے بارے میں یہ بھی فرمایا:

''میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اسکا دروازہ''

علم اور فہم میں آپؓ کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے۔ (کشف المحجوب) حضرت جنیدؒ کا ارشاد ہے۔

''ابتلاؤں کے مقابلہ اور علم طریقت میں ہمارے پیشوا علی المرتضیٰ ہیں''

علیؓ فرماتے ہیں کہ:

اللہ کی قسم! جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کس معاملہ میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی؟ کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ میرے رب نے مجھے سمجھدار دل اور خوب بولنے والی فصیح زبان دی ہے۔

(اخرج ابن سعد)

Marfat.com

حضورﷺ ایک دفعہ مجلس میں تھے کہ اچانک علیؓ تشریف لائے۔ حضورﷺ نے ادھر ادھر دیکھا کہ کون ان کے لئے جگہ کی گنجائش پیدا کرتا۔ ابو بکرؓ جو نبی کریمﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے اپنی جگہ سے سرک گئے اور کہا ابوالحسن! یہاں بیٹھیے۔ حضورﷺ کے چہرے پر مسرت کے آثار پیدا ہوئے اور فرمایا! ابو بکرؓ اہلِ فضیلت کا مقام اہلِ فضیلت ہی پہچانتے ہیں۔ (الصواعق)

حضرت علیؓ کے خطبات، مکتوبات اور رقعات اہلِ بصیرت اور اہلِ ایمان کے لئے نادر تحفے ہیں۔ ان خطبات و پیغامات میں نبی کریمﷺ کی ایک خاص جھلک ملتی ہے۔

آپؓ نے فرمایا:

کھیتی دو طرح کی ہے ایک دنیا کی اور دوسری آخرت کی۔ دنیا کی کھیتی مال اور بیٹے ہیں اور آخرت کی کھیتی نیک اعمال ہیں۔

ایکبار ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

اللہ کی قسم، موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں۔ تم اس کے لئے تیاری کر کے ٹھہر جاؤ یا پھر تیاری کر کے اس سے بھاگو گے تو وہ تمہیں آن پکڑے گی۔ ایک چیز تمہاری تلاش میں لگی ہے، وہ قبر ہے اور قبر روزانہ تین بار اعلان کرتی ہے کہ میں تاریکی کا گھر ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں۔

حضرت بی بی فاطمہؓ:

حضورﷺ نے فرمایا:

(اے فاطمہؓ) میں نے تمہاری شادی علیؓ سے کی ہے ان کے خصائل یہ ہیں کہ میرے صحابہ میں وہ سب سے پہلے اسلام لائے اور ان کا علم سب سے زیادہ ہے۔

اور یہ بھی فرمایا:

اے فاطمہؓ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی ایسے آدمی سے کی ہے جو میری امت میں سب سے پرانے اسلام لانے والے، سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بردبار ہیں۔

Marfat.com

فاطمہؓ جب (شادی کے بعد) نئے گھر میں جالیں تو آنحضرت ﷺ آپؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ دروازے پر کھڑے ہوکر اذن مانگا۔ پھر اندر آئے، ایک برتن میں پانی منگوایا اسمیں دونوں ہاتھ ڈالے اور حضرت علیؓ کے سینے اور بازوؤں پر پانی چھڑکا پھر فاطمہؓ کو بلایا وہ شرم سے لڑکھڑاتی تشریف لائیں تو ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل ترشخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔

غزوہ احد میں جب آپ ﷺ کی خبر مدینہ پہنچی تو فاطمہؓ نے دیکھا کہ چہرہ مبارک خون سے تر ہے۔ علیؓ سپر میں پانی بھرلائے اور جناب سیدہؓ زخم دھوتی رہیں۔ جب خون نہیں تھما تو ایک ایک ٹکڑا جلا کر زخم پر رکھا جس سے خون بند ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنے دنیا سے رخصت ہوجانے کی خبر سب سے پہلے سیّدہ فاطمہؓ کو دی آپؓ رونے لگیں تو آپ ﷺ نے انہیں جنت میں سب سے پہلے ملنے کی خوشخبری سنائی۔ گویا سیدہ کی بھی جلد وفات سے آگاہ کیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

میں نے چال ڈھال، بول چال، نشست و برخاست میں کسی
کو فاطمہؓ سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا۔

(ترمذی، ابوداؤد)

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ فاطمہ جنت میں عورتوں کی سردار ہیں۔ ارشاد کیا جب قیامت قائم ہوگی تو عرش کے پردوں میں سے ایک پکارنے والا پکارے گا۔

"قیامت میں جمع ہونے والو اپنے سر جھکا لو اور اپنی نگاہیں نیچ رکھو
یہاں تک کہ محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ پل صراط سے گزر جائیں"

فاطمہؓ اس زمانہ کی بڑی قابل ذکر خاتون رہیں۔ آپؓ ہوشیار، تعلیم یافتہ اور حاضر جواب تھیں ان کے خطبات، اقوال، اور گیت ان کی ذہنی بلندی کے عکاس ہیں۔ آپؓ کشیدہ قامت اور بے حد خوبصورت تھیں اسی سبب ان کو الزہرا کہا جاتا ہے۔ اللہ پاک نے فاطمہؓ کو تین بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا۔ چھوٹے بیٹے محسنؓ بچپن میں رخصت ہوگئے۔ باقی دو فرزندان اپنی خوبیوں علم اور فضیلت میں بلند مقام پر فائز ہوئے۔ حضرت علیؓ نے بی بی فاطمہؓ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ بی بی فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے دو فرزندان تاریخ کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوئے۔ جن کے بارے میں حضور ﷺ نبی کریم کے بے شمار فرمودات ہیں۔ ان کے لئے ترغیب محبت کی ہدایات ہیں اور ان کے مقام کا بیان ہے۔

Marfat.com

حسنؓ حسینؓ

حضرت اسامہ سے منقول ہے کہ ارشاد فرمایا:

"اے اللہ (حسنؓ اور حسینؓ) میری بیٹی کے بیٹے ہیں میرے بیٹے ہیں۔ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔ جو ان سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ"

(ترمذی، مشکوۃ)

اسامہ بن زیدؓ ایک رات کسی کام کے سلسلہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ پشت پر کسی چیز کو لپیٹے ہوئے تھے۔ کام سے فارغ ہو کر پوچھا یہ کیا ہے آپ ﷺ نے چادر ہٹائی تو وہ حسنؓ اور حسینؓ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حسنؓ اور حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہلِ بیت میں آپ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے۔ تو فرمایا حسنؓ اور حسینؓ۔ حضرت حسنؓ اپنے والد حضرت علیؓ کی طرح حقائق اور علم طریقت میں بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ آپؓ انتہائی بردبار اور جود وسخا میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ کوفہ میں ایک مرتبہ آپؓ اپنی رہائش گاہ کے باہر بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی نے آن کر آپؓ کو اور آپؓ کے ماں باپ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ آپؓ نے اعرابی سے پوچھا کہ تیرا مسئلہ کیا ہے؟ تجھے بھوک یا پیاس نے ستایا ہے؟ کسی نے تنگ کیا ہے؟ اعرابی گالیاں دیتا رہا۔ آپؓ نے اپنے غلام سے کہا کہ اندر جو دیناروں کی تھیلی رکھی ہے اٹھا لائے۔ جب تھیلی آ گئی تو آپؓ نے اعرابی کو دیتے ہوئے کہا کہ ہم اہل ابتلا ہیں لیکن ہم نے دنیا کو تیاگ دیا ہے۔ اے برادر مجھے معاف کر دو۔ گھر میں اس کے سوا کچھ نہیں ورنہ میں کبھی دریغ نہ کرتا۔ آپؓ کی اس بات سے متاثر ہو کر اعرابی پکار اٹھا۔ "خدا کی قسم آپ فی الواقع رسولؐ اللہ کی اولاد ہیں"

حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں جن لوگوں کو برسر اقتدار کیا تھا حضرت علیؓ نے خلافت سنبھالتے ہی تمام نااہل امراء اور امیروں کو معزول کر دیا جس کی وجہ سے امیر معاویہ جو کہ امیر شام تھا بغاوت کر دی۔ علیؓ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنا دیا تھا۔ بغاوت کو فرو کش کرنے کے لئے علیؓ کو کئی جنگیں لڑنا پڑیں۔ چنانچہ امیر معاویہؓ اور علیؓ ایک دوسرے سے ہمیشہ کی نفرت کا عہد لے کر علیحدہ ہو گئے۔ حضرت علیؓ

Marfat.com

کی کوفہ کی ایک مسجد میں شہادت کے بعد لوگوں نے ان کے بڑے بیٹے حضرت حسنؓ کے ہاتھ بیعت کر کے انہیں اپنا خلیفہ مقرر کرلیا۔ حضرت حسنؓ بنیادی طور پر امن پسند تھے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑتے دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے جس سے مسلمانوں کی طاقت کمزور پڑنے کا اندیشہ تھا چنانچہ انہوں نے امن کی خاطر اپنے خاندان کے دشمنوں سے صلح کرلی۔ دنیا سے کنارہ کش ہوکر گوشہ نشین ہوگئے۔ انہوں نے امیر معاویہ سے یہ حلف لیا کہ وہ اپنے بعد اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنائے گا اور مسلمان اپنی مرضی سے اپنے خلیفہ کا انتخاب کریں گے۔ بنوامیہ نے اس گوشہ نشینی میں انہیں وہاں بھی چین نہ لینے دیا۔ چند مہینوں بعد ہی انہیں زہر دیکر ہلاک کردیا گیا۔

امیر معاویہؓ نے اپنی وفات سے قبل عمائدین سلطنت کو جمع کیا اور حضرت حسنؓ سے کیے گئے معاہدہ کے برعکس اپنے بیٹے یزید کے حق میں خلافت کا حلف وفاداری اٹھوایا حالانکہ معاہدہ کے تحت مسند خلافت پر ان کا حق محفوظ رکھا گیا تھا۔ چنانچہ لوگوں میں اضطراب پھیل گیا۔ کوفہ کے مسلمانوں نے اس عہد شکنی پر یزید کی خلافت کو تسلیم نہ کیا اور حضرت حسینؓ سے درخواست کی کہ انہیں بنوامیہ کے قبضہ سے نجات دلائی جائے۔ ان کی یقین دہانیوں کے سبب حضرت حسینؓ نے انکی مدد کو اپنا فرض خیال کیا۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے کوفہ پہنچتے ہی سارا عراق غاصب کو تخت سے اتارنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوگا۔ اس اعتماد کو ساتھ لیکر وہ اپنے بھتیجے حضرت عباسؓ، مٹھی بھر تابعین عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر عازم کوفہ ہوئے۔ صحرائے عرب کو عبور کرنے کے بعد آپؓ نے محسوس کیا کہ جس بغاوت کا اہل کوفہ نے اعلان کیا تھا اس کے آثار معدوم تھے۔ چنانچہ قافلے نے دریائے فرات کے مغربی کنارے کے قریب کربلا کے مقام پر یکم محرم ۶۱ھ کو پڑاؤ ڈال دیا۔ یزید کو اس بڑھتے قافلے پر تشویش تھی۔ یزید طبعاً ایک جابر، ظالم آدمی تھا۔ جس کا مشغلہ انسانوں کو قتل کرنا اور انہیں ایذا پہنچانا تھا۔ اس کا حکم تھا کہ حسینؓ کے قافلے کو ہر حال میں روکا جائے۔ اور قافلے کا کوئی بھی شخص بچ کر نہ جانے پائے تاکہ خلافت کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے ختم کردیا جائے۔ اُموی لشکر جسے اس کام پر مامور کیا گیا تھا اس کی کمان ایک خونخوار انسان عبیداللہ بن زیاد کے سپرد تھی۔ انہوں نے قافلہ حسینؓ کو گھیر کر ان کی دریا تک رسائی روک دی۔ اموی لشکر سے گھر جانے کے بعد حسینؓ نے معاملہ کی سنگینی کو سمجھ لیا تھا۔ وہ نہتے تھے اور بچوں اور عورتوں کا ساتھ تھا۔ انہوں نے یزیدی سردار کے سامنے معاملے کے حل کے لئے تین تجاویز پیش کیں۔ اول انہیں مدینہ واپس جانے دیا جائے۔ دوم کسی سرحدی چوکی پر ترکوں کے خلاف جہاد

Marfat.com

کے لئے جانے دیا جائے اور سوئم یزید کے سامنے زندہ وسلامت پیش کیا جائے۔ لیکن اموی سردار کے پاس کڑا اور اٹل حکم موجود تھا کہ حسینؓ اور اس کے ساتھیوں پر کسی قسم کا رحم نہ کیا جائے۔ چنانچہ دشمنوں نے قافلہ پر تیروں کی بوچھاڑ کردی اور ایک ایک کر کے سب کو جام شہادت پلا دیا۔ نواسہ رسول نہارہ گیا۔ زخموں سے چور حسینؓ کو جب پانی کے لئے دریا پر نہ جانے دیا گیا آپؓ نے خیمہ میں آن کر اپنے شیر خوار بچے کو اپنی گود میں لیا ہی تھا کہ ایک تیر آن کر بچے کو لگ گیا۔ بچے اور بھتیجے دونوں نے آپؓ کی گود میں شہادت پائی۔ بہت ہی کڑا وقت تھا۔ دس محرم کی سہ پہر ہو چکی تھی۔ نواسہ رسول ﷺ نے اس وقت اپنے لہولہان ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور تمام لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کی۔ یہ دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے جب وہ نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑے تو قاتلوں کی ایک ٹولی ان پر ٹوٹ پڑی اور آپؓ کا سر تن سے جدا کر دیا جسم کو پاؤں تلے لتاڑا اور بے حرمتی کرتے ہوئے آپؓ کا سر مبارک اٹھا کر کوفہ کے قلعے میں لے گئے۔ مؤرخین کے خیال کے مطابق آپ کا سر جنت البقیع میں دفن ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ دمشق میں باب الفرادیس کے اندر دفن کیا گیا۔ امام ابن تیمیہ اور اکثر علماء مدینہ میں جنت البقیع پر متفق ہیں البتہ آپؓ کا جسد مبارک مؤرخین کے اتفاق کے مطابق نہر کربلا کے پاس طف کے مقام پر دفن ہوا۔

حضرت عباسؓ

حضرت ابو اسید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عباسؓ بن عبد المطلب سے فرمایا جب تک میں آپؓ کے گھر نہ آجاؤں آپؓ اور آپؓ کے گھر والے اس وقت تک گھر سے کہیں نہ جائیں۔ مجھے آپؓ لوگوں سے ایک کام ہے۔ چنانچہ اگلے دن جب آپؐ چاشت کے بعد ان کے گھر تشریف لائے، سلام کے بعد پوچھا آپ لوگوں نے کس حال میں صبح کی۔ ان لوگوں نے کہا ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سب لوگ سمٹ کر اور مل کر بیٹھ جائیں۔ جب وہ بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے سب پر ایک چادر ڈال کر دعا فرمائی۔

> اے میرے رب! یہ میرے چچا اور میرے والد ایسے ہیں اور سب میرے گھر والے ہیں۔ لہذا جیسے میں نے ان کو ایک چادر میں چھپا رکھا ہے تو ان کو ایسے ہی آگ سے چھپالے۔ اس پر دروازے کی چوکھٹ اور کمرے کی دیواروں نے تین دفعہ آمین کہا۔
>
> (اخرج الطبرانی قال الہیثمی)

Marfat.com

ابن عساکر ار خطیب میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

"اے اللہ عباس ؓ کی، عباس ؓ کی اولاد کی اور جو اِن
سے محبت کرے اس کی مغفرت فرما"

ابو ہریرہ ؓ کی ہی ایک اور روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

"اے اللہ! عباس ؓ کے وہ گناہ جو چھپ کر کئے یا علی الاعلان کئے یا سب کے سامنے کئے یا پردے میں کئے سب معاف فرما اور آئندہ ان سے یا ان کی اولاد سے قیامت تک جو گناہ ہوں وہ سب معاف فرما"

ابن عبدالبر اور ابن شہاب کی روایت ہے کہ ابو بکر ؓ، عمر ؓ اور عثمان ؓ کا اپنے اپنے دور خلافت میں یہ معمول تھا کہ اگر سواری پر جا رہے ہیں اور عباس ؓ پیدل آ رہے ہیں تو از راہِ احترام فوراً سواری سے اتر جاتے اور سواری کی لگام تھام کر پیدل ان کے ساتھ چلتے"

Marfat.com

استقبالِ کعبہ اور مسجد کے احکام

بیت المقدس، بنی اسرائیل کی امامت میں، دعوت کا مرکز رہا۔ اہل حق بھی اسی کو اپنا قبلہ مان کر اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، جب بنی اسرائیل کو اس منصب سے فارغ کر دیا گیا، خود بخود اس کی مرکزیت بھی ختم ہوگئی۔ اس منسوخی کے بعد اس مقام دین الٰہی کو یہ شرف بخشا گیا جہاں سے آخری رسول کی دعوت کا آغاز ہوا۔ چونکہ ابراہیمؑ کی دعوت کا مرکز بھی یہی مقام تھا اس لیے اہل کتاب کے علاوہ مشرکین کو بھی اس سے باہر جانے کا چارہ نہ رہا کعبے کی مرکزیت کے اعلان کے بعد اللہ تبارک تعالیٰ نے انیسویں رکوع سے آخر تک سورۃ بقرہ میں اس پر عمل پیرا ہونے کی ہدایات جاری کیں، آیت 150 میں ارشاد ہو۔

جہاں بھی تمہارا گزر ہو، اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیرا کرو اور جہاں بھی تم ہو، اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو کہ لوگوں کو تمہار خلاف کوئی حجت نہ ملے۔

قرآن حکیم میں استقبال کعبہ کے بارے میں دو آیات درج ہیں۔ سورۃ بقرۃ کی آیت 144 اور سورۃ اعراف کی آیت 129 جن کا بیان اس طرح ہے۔

سورۃ بقرہ: آیت 144

بے شک ہم آپ کا بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے امام میں کعبہ کے قبلہ مقرر ہونے کے لیے، آسمان کی طرف منہ کر کے وحی کا انتظار کرنا، دیکھ رہے ہیں، اور جو قبلہ (کعبہ) آپ کو پسند ہے وہی مقرر کر دیں گے۔ سو اب نماز میں کعبہ کی طرف رخ کر لیا کیجئے، اور سب مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں، اسی طرف منہ کر لیا کریں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل کتاب یقیناً جانتے ہیں کہ تحویل کعبہ حضورؐ کے لیے حق ہے اللہ کی طرف سے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ اللہ اس سے بے خبر نہیں۔

Marfat.com

سورۃ اعراف آیت 129

ان سے کہہ دیجئے کہ میرے اللہ نے تو ہر کام میں انصاف اور عبادت میں اسی کی ذات کی طرف توجہ اور خاص اسی کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور جیسا اس نے تمہیں شروع میں پیدا کیا تھا ویسے ہی دوبارہ پیدا کر دیئے جاؤ گے۔

مسجد کے احکام

مسجد کے احکام کے بارے میں قرآن پاک میں یہ آتیں اتری ہیں،

بقرہ: آیت 114

بقرہ: آیت 125

بقرہ: آیت 149-150

الحج آیت 140

النور: آیت 36-37

ان آیات کا تفصیلی بیان اس طرح ہے۔

بقرہ: آیت 114

جو بھی اللہ کی مسجدوں میں اسکا نام لینے سے کسی کو روکے، جیسے قریش مسلمانوں کو بیت اللہ کا حج کرنے اور نماز پڑھنے سے روکتے تھے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرتے، جیسے نصاریٰ نے یہود کے خلاف بہت المقدس کو ویران کر دیا تھا، اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے۔ ان کو تو ادب اور تواضع سے داخل ہونے چاہیے تھا، ایسے ہی لوگوں کی دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہوگا۔

بقرہ آیت 125

اور یاد کرو جبکہ ہم نے کعبہ کو عبادت خانہ اور جائے امن بنا کر اس اس پتھر کے پاس، جس پر حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہو کر کعبہ کی دیواریں چنتے اور اسے مقام ابراہیمؑ کہتے ہیں، اور حضرت ابراہمؑ اور اسمعیلؑ ہر دو کو طواف و اعتکاف رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے کعبہ کو پاک صاف رکھنے کی ہدائت فرمائی۔

Marfat.com

پاک صاف رکھنے سے مراد صرف یہی نہیں کہ کوڑے کرکٹ سے پاک رکھا جائے۔ خدا کے گھر کی اصل پاکی یہ ہے کہ اس میں خدا کے سوا کسی کا نام بلند نہ ہو۔ (بقرہ۔126)

بقرہ آیت 149-150

149۔ دوبارہ تاکید ہے کہ اگر آپ سفر کے لیے بھی نکلیں تو نماز میں کعبہ ہی کی طرف رخ کیجئے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے قبلہ برحق وہی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

150۔ یہ دوبارہ تاکید ہے کہ آپ اور سارے مسلمان خواہ دنیا کے کسی حصہ میں ہوں ان کو نماز میں کعبہ ہی کی طرف منہ کرنا چاہیے۔ جس وقت تحویل کعبہ کا حکم دیا گیا تھا، اس وقت آپ مقیم تھے۔ اس لیے شبہ ہوسکتا تھا کہ شائد سفر میں یہ حکم باقی نہ رہے۔ اسے مٹانے کے لیے دومرتبہ فرمایا کہ سفر میں بھی کعبہ وہی رہے گا اور یہ حکم سارے مسلمانوں کے لیے سفر اور حضر میں یکساں ہے تا کہ مخالفوں کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ نبی آخر الزماں کی علامت تو یہ تھی کہ ان کا قبلہ کعبہ ہوگا۔ یہ کیسے نبیؐ آخرالزماں ہیں کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں تو متعصب اور ہٹ دھرم تو اب بھی باز نہ آئیں گے اور بجائے پہلے اعتراض کے یہ کہیں گے کہ انہوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کہ تمام سابق انبیا کی مخالفت کی اس لیے ان کی پیروی نہیں کرنی چاہے۔ سو تم ایسے مہمل اعتراضات کرنے والوں سے مت ڈرو تا کہ میں تم پر اپنی نعمتیں کامل کر دوں اور تم راہ حق پاؤ۔

الحج آیت 40

وہ لوگ ایسے گھروں سے بلاوجہ صرف اس بنا پر باہر نکال دیئے گئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا پرودگار، اللہ ہے اور اللہ اگر بعض کو بعض سے لڑا کر ہٹاتا نہ رہتا تو

Marfat.com

رہبانوں کے تکیئے ،نصاریٰ کے گرجے،اور یہودیوں کے عبادت خانے اوراہل اسلام کی مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، ڈھادیئے جاتے اوراللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے بے شک وہ بڑا طاقت ور غالب ہے۔

النور آیت 36-37

36۔　وہ طاق ان مساجد میں ہے جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اوران میں اللہ کا نام لیا جائے۔ان میں صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

37۔　ایسے برگزیدہ لوگ جنہیں تجارت خرید وفروخت، اللہ کے ذکر اور نماز وزکوٰۃ ادا کرنے سے نہیں روکتی، اور وہ روز قیامت سے ہمیشہ لرزاں وترساں رہتے ہیں۔جس دن دل دہشت اور خوف سے مضطرب ومتغیر ہوں گے اور مختلف مناظر دیکھنے میں آئیں گے۔

Marfat.com

اعمال کی روشنی

انسان کی تخلیق کا مقصد صرف امتحان ہے اور اسکی روح ہر وقت ازل کی طرف لوٹ جانے کیلئے بے چین رہتی ہے۔ نفس اسے پراگندہ کرنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ اس کشمکش پر انسان کی ساری زندگی استوار ہے۔ ہر روح اپنی بساط اور مقدر کے مطابق صراط مستقیم کی تلاش میں رہتی ہے۔ خدا نے اپنے پیغمبروں اور پسندیدہ بندوں کو بنی نوع انسان کی تربیت کیلئے مصروف رکھا ہے تاکہ روز قیامت اس کے پیغام کی روشنی میں ان کا حساب (کتاب) ہو سکے یہ برگزیدہ لوگ اپنے عمل سے راستوں کا تعین کرتے رہتے ہیں۔ روح کی زندگی کا یہ سفر اپنے رب کی طرف سفر ہے جس کے کئی طریقہ ہیں۔ متصل اللہ ہونے کیلئے ہمیشہ ہی اس کے مقرب بندوں نے مختلف راستے اختیار کئے ہیں۔ سہل راستہ قرآن وسنت کا سیدھا سادہ بیان کردہ طریقہ ہے۔ قرآن ایک مکمل روشنی ہے مکمل ترغیب ہے، مکمل راستہ ہے جس پر مومن کو چلنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ضابطہ حیات بیان کر دیا گیا ہے اور اسکی وضاحت سنت رسول ﷺ میں موجود ہے۔ جو کوئی قرآن حکیم پر چلنے کو شعار بناتا ہے، سنت کا اتباع کرتا ہے، اسکی راہ میں مقبول ہوتا ہے اور اپنے رب کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر اپنا مقصود یعنی جنت حاصل کر لیتا ہے۔ دوسرا راستہ اعمال میں پوشیدہ ہے۔ قرآن وسنت کے ساتھ جتنے بھی اعمال صالحہ ہیں وہ بھی عبد کو اُسی کی طرف یعنی منزل کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ اعمال حقوق وفرائض، حرام وحلال، عجز ونیاز صدقہ وخیرات، اعمال صالحہ اور صدقہ جاریہ میں پوشیدہ ہیں۔ ایسے تمام کام جو عبادت کے قائم مقام ہیں وہ بھی بندے کو متصل ذاتِ حق کرتے ہیں ان پر انوار برستے ہیں انکشافات ہوتے ہیں، اور یہی لوگ اپنی نماز اور تلاوتِ کلام میں مشاہدہ کرنے کی منزل کو پہنچتے ہیں کیونکہ ان کے اعمال انکی عبادات کو دو چند کر دیتے ہیں۔ تیسرا راستہ خالصتاً محبت کا راستہ ہے اور اس کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ ان احکامات، عبادات اور اعمال صالحہ کی بجا آوری کرنے کے ساتھ متصل اللہ ہونے کیلئے فقراء ترکِ دنیا اور ترکِ لذات کرتے ہیں۔ صرف اپنے خالق کیلئے جیتے ہیں۔ اسی کیلئے مرتے ہیں۔ اپنی ذات کی فنا میں ابدی زندگی حاصل کرتے ہیں۔ یہ

Marfat.com

درویش ہیں جو اپنے نبیوں اور پیغمبروں کے پیغامات کی روشنی میں اپنے عمل کو مطلوبہ ریاضت سے کہیں بڑھا کر ذاتِ حق کی تلاش کرتے ہیں۔ یہی لوگ ولی ہیں، اوتار ہیں، ابدال ہیں اور ان کے مقامات نبیوں اور پیغمبروں کے بعد سب سے اعلیٰ ہیں۔ ان کے اعمال کی روشنی میں بھی فلاح ہے۔ حق کی تلاش کا راستہ ہے اور قربِ الٰہی ہے۔

ان کو کھانے سے رغبت نہیں، پہناوے سے دلچسپی نہیں، رہائش کیلئے چھت کی خواہش نہیں اور لذاتِ دنیا سے کوئی سروکار نہیں، وہ خالصتاً اللہ کیلئے جیتے ہیں اور خالصتاً اسی کیلئے مصروفِ عمل ہیں اور انہوں نے ہر دنیاوی کام میں قناعت اختیار کر لی ہے۔ ترک ہی کو اپنی زندگی بنا لیا ہے۔ سورۃ عنکبوت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو
قرب و ثواب یعنی جنت کے راستے ضرور دکھائیں گے''

صحابہ کرامؓ مال و دولت کی آسائش دیکھ کر ڈرا کرتے تھے اور اسے سبب مانع مغفرت جانتے تھے۔ حضور ﷺ نے خود فرمایا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ انہیں مسکینوں میں سے اٹھائے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ایک روز کھانا ملے اور دوسرے روز نہ ملے۔ جب عنایات آتی تھیں تو آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سہم جاتے تھے۔ سجدہ شکر میں پڑے رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ صابر و درویش کی دو رکعت نماز کو شاکر دولتمند کی ستر رکعتوں پر شرف حاصل ہے۔ شاکر دولتمند وہ ہوتا ہے جو اپنا مال و اسباب راہِ خدا میں صرف کر دے۔ خواجہ فریدؒ فرماتے ہیں

''جو شخص گوڈری پہنے اور لذیز و شیریں کھانے کھائے اور اہل
دنیا کے بادشاہوں سے میل ملاپ کرے تو لباسِ انبیاء میں اہل
سلوک کے اندر خائن ہوگا۔ وہ اس کا حق ادا نہیں کرتا''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو آپؓ جو تجارت کرتے تھے امورِ مملکت کی مصروفیت کی وجہ سے ترک کرنا پڑی۔ طے ہُوا کہ بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے آپؓ نے لوگوں کو

Marfat.com

بلا کر پوچھا کہ وظیفہ کس قدر ہو؟ مختلف تجاویز دی گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش تھے آپؓ نے استفسار کیا تو فرمایا کہ "توسط کے ساتھ" جو کچھ تمہارے اور تمہارے گھر والوں کو کافی ہو۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ اس سے آپؓ کی گزر بسر بڑی مشکل سے ہوتی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کچھ حضرات کے ساتھ تجویز کیا کہ وظیفہ میں اضافہ کر دینا چاہیے لیکن کسی میں خلیفہ وقت کے سامنے کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ طے ہوا کہ آپؓ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ ام المومنین بھی تھیں، کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ یہ سُن کر آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپؓ نے انتہائی غصہ میں پوچھا کہ تیرے گھر میں حضور ﷺ کا سب سے عمدہ لباس کیا تھا۔ آپ ﷺ کسی وفد سے ملاقات یا جمعہ کے روز کیا پہنتے تھے؟ کہنے لگیں دو گیروی رنگ کے کپڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا آپ ﷺ کا کھانا کیا تھا؟ عرض کیا ان کا کھانا جَو کی روٹی تھی۔ ایک موٹا کپڑا ان کا بستر تھا۔ آپؓ نے کہا اے حفصہؓ! پھر ان لوگوں کو بتا دے کہ حضور ﷺ نے اہتمام زندگی کیلئے جو اندازہ مقرر فرمایا ہے۔ میں اس سے باہر کیسے چلا جاؤں؟

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو، ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا کہ ان کو جنت ملے گی"

(سورہ توبہ)

جو اپنے رب کے حکم پر رہنا چاہتا ہے، جو اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا چاہتا ہے، اسکے لیے ضروری ہے کہ زندگی کی راحتیں ترک کرے، لذات ترک کرے، حصول ترک کرے، خواہشات کو خیر باد کہے، فقر اختیار کرے۔ ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ سے کہا کہ مجھے آپؐ سے محبت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: دیکھ کیا کہتا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ مجھے آپؐ سے محبت ہے۔ حضور ﷺ نے پھر وہی استفسار کیا۔ جب وہ شخص تین مرتبہ یہی جواب دے چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر کے اوڑھنے بچھونے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اس لیے کہ مجھ سے محبت رکھنے والوں کی طرف فقر اس زور سے دوڑتا ہے جیسے پانی

Marfat.com

کی دھار نچائی کی طرف دوڑتی ہے"

نفس ایک سرکش گھوڑا ہے جس کی لگام سوار کے ہاتھ میں ہوتے ہوئے بھی اس پر اختیار نہیں یہی نفس دوزخ کی کنجی ہے۔ جب آدمی اس کا غلام ہو جاتا ہے تو یہی نفس اس پر سوار ہو جاتا ہے۔

سورہ فرقان میں ارشاد ہوتا ہے:

"کیا تو نے اس کو دیکھا ہے جس نے نفسانی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا۔"

اور پھر ہدایت فرمائی:

"جو کچھ تم کو (دنیا میں عیش و عشرت اور راحت و آرام کا سامان) دیا گیا ہے وہ محض دنیوی زندگی کے برتنے کیلئے ہے اور (اسی چندروزہ زندگی کی) زیب و زینت ہے (جو بہت جلد زائل ہو جانے والی ہے) اور اللہ کے ہاں اجر و ثواب ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ کیا تم اتنی بات نہیں سمجھتے۔ (قصص)

مومن کیلئے ضروری ہے کہ دنیاوی لذتوں اور آسائشوں سے کنارا کرے کیونکہ ذات حق کا منشا صرف یہی ہے کہ اس کا بندہ صرف اسکی بندگی کرے لیکن انسان کی طلب ختم نہیں ہوتی اور حصول مال کی حرص اور فکر کبھی رفع نہیں ہوتی۔ لذت طعام سے شروع ہونے والی یہ حرص حصول مال میں بدل جاتی ہے اور جب مال آجاتا ہے تو اسکی توجہ حصول جاہ حشمت پر مرکوز ہو جاتی ہے اس کا پہلا اظہار لباس ہوتا ہے پھر عہدہ مرتبہ اس کو گھسیٹ کر نافرمانی اور بے فکری کی چار دیواری میں لے جاتا ہے اور آخرت سے بالکل بیگانہ کر دیتا ہے۔

"حدیث میں آیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ ابو ہریرہؓ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کوڑے کے ایک ڈھیر پر لا کھڑا کیا جہاں مردوں کی کھوپڑیاں، نجاست اور غلاظت کے ڈھیر، بوسیدہ ہڈیاں اور پھٹے پرانے کپڑے پڑے تھے۔ فرمایا دیکھ ابو ہریرہؓ ایک وقت تھا جب ان کھوپڑیوں میں بھی تمہاری طرح امیدیں اور آرزوئیں جوش مارتی تھیں اور حرص و ہوس سے لبریز تھیں۔ اے ابو ہریرہؓ! یہی دنیا کی حقیقت ہے جس کا قابل عبرت انجام دنیا ہی میں ظاہر ہو گیا۔"

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ:

''مرو میں ایک نیک سیرت بزرگ تھے جن کا شمار صوفیائے متاخرین میں ہوتا تھا۔ ان کا لباس کپڑوں کے ٹکڑوں کے پیوندوں سے سلا ہوتا تھا۔ ان کی مسند اور کلاہ کا یہ حال تھا کہ پرانے پیوندوں کی کثرت کے باعث اس کے اندر بچھوؤں نے اپنے بچے دے رکھے تھے اور میرے شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک خرقہ چھپن برس پہنے رکھا۔ جہاں سے پھٹ جاتا، بے ترتیبی کے ساتھ اس پر پیوند لگا لیتے''

کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے رہائش کیلئے گھاس پھونس کا ایک جھونپڑا بنا رکھا تھا۔ لوگوں نے کہا یا نبی اپنے لیے ایک گھر بنا لیجیے۔ فرمایا: مرنے والے کیلئے تو یہ بھی زیادہ ہے۔ حضرت نوحؑ نے نوسو سال زندگی پائی۔ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ:

''ضرورت سے زیادہ جو شخص مکان بنائے گا قیامت کے دن
اس کو تکلیف دی جائے گی کہ اس مکان کو سر پر اٹھائے''

دین میں حکم ہے کہ اس عارضی زندگی پر بھروسہ نہ کرو۔ یہ محض چند روز کی زندگی ہے۔ اس میں بطور مسافر اپنا حصہ وصول کرو اور لمبی لمبی اُمیدوں سے گریز کرو۔ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اُس فقیر کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو کہیں منگنی کرے تو بیاہ نہ ہو، سفارش کرے تو منظور نہ ہو، بات کرے تو کوئی متوجہ نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: اس پہلے جیسوں سے دنیا بھی بھر جائے تو یہ شخص سب سے بہتر شخص ہے۔ ایک اور حدیث میں ذکر ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ قیامت کے روز فقیر سے ایسی معذرت کریں گے جیسی آدمی آدمی سے کرتا ہے اور فرمائیں گے میری عزت وجلال کی قسم میں نے دنیا کو تیرے سامنے اس لیے نہیں ہٹایا تھا کہ میرے نزدیک تُو ذلیل تھا بلکہ اس لیے ہٹایا تھا کہ آج اس کے عوض تیرے لیے بڑا اجر ہے اور جا، ان جہنمی لوگوں میں چلا جا اور جس نے تجھے میرے نام پر کھانا کھلایا، آج وہ تیرا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ فقراء سے بڑی جان پہچان رکھا کرو اور ان پر احسانات کیا کرو۔ ان کے پاس بڑی دولت ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ دولت کیا ہے۔ جواب ملا۔ فقر۔

Marfat.com

پرہیزگاری کا لباس

انسان کی تمدنی زندگی، ارتقاء کی بے شمار منازل کو طے کرتے ہوئی آج کے دور میں پہنچی ہے جس میں رہنے سہنے، اوڑھنے بچھونے اور اللہ کی مہیا کردہ آسائشوں سے فائدہ حاصل کرنے کو فوقیت حاصل ہے۔ کسی بھی قوم کی تاریخ اس کے عروج و زوال کی داستان رقم کرتی ہے۔ قومیں بنتی ہیں، بگڑتی ہیں، معاشرے ترقی کرتے ہیں، تنزلی کا شکار ہوتے ہیں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب جب انسان نے ضابطوں کی پابندی کی حقوق و فرائض کی بجا آوری کے ساتھ اپنے رب کی تحمید و ثنا کی، معاشرے قائم رہے۔ جب قوموں نے مذہب کے بتائے ہوئے ضابطوں کی نفی کی، گمراہی کو اپنایا، اللہ کا عتاب نازل ہوا اور بے شمار قومیں اور تہذیبیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ جو قومیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو یاد رکھتی ہیں، دین کے احکامات کی پابندی کرتی ہیں اور معاشرتی ضابطوں کی پاسداری کرتی ہیں، زندہ رہتی ہیں، ترقی کرتی ہیں۔ اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے زندگی کے ہر پہلو پر واضح احکام مہیا کیے ہیں اس میں عبادات کے علاوہ اٹھنے بیٹھنے، رہنے سہنے اور معاشرتی زندگی کے تمام ضابطوں کی وضاحت کر دی گئی ہے جن کو اپنا کر مثالی معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے۔ اسکے اسلاف نے اسکی زندہ مثالیں قائم کی ہیں۔ اُن اصولوں پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ جن کا حکم قرآن و سنت میں موجود ہے۔ رہن سہن میں لباس ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے جس کے اثرات براہ راست ذات، معاشرے اور عبادات پر پڑتے ہیں۔ اسلام نے پہناووں کی پوری طرح وضاحت کی ہے۔

لباس کے دو ہی مقاصد ہو سکتے ہیں ایک جسمانی اور دوسرا قدری۔ جسمانی ضرورت تو جسم کو موسمی اثرات سے محفوظ کرنا ہے اور قدری مقصد یہ ہے کہ بدن کے وہ حصے جن کا کھلا رہنا معیوب ہے ان کی ستر پوشی کی جائے۔ یہ ستر پوشی دین اسلام کا ایک لازمی جزو ہے۔ ایک ذریعہ ہے عبادت کا۔ ایک نعمت ہے حق تعالیٰ کی اور زیب و زینت کا سامان ہے مومن کیلئے۔ دین میں مومن کیلئے ضروریات انسانی اور لوازمات زندگی کی اصل، اعتدال میں رکھ دی گئی ہے گویا لباس اتنا ہی مقرر کیا گیا ہے جس سے ضرورت

Marfat.com

پوری ہو جائے۔ اسلام نے یہ ترغیبات اُس زمانے میں دیں جب عرب وحشی، غیر مہذب اور غیر متمدن تھے۔ ان کو اوڑھنے پہننے کا کوئی سلیقہ نہ تھا۔ شرم وحیا سے نابلد بدو، تہذیب سے بالکل عاری تھے۔ حتیٰ کہ شہری علاقوں کے رہائشی بھی اکثر گنوار تھے۔ ایسی قوم کی اصلاح کرنا واقعی از حد مشکل کام تھا۔ ایسے لوگوں میں مذہب، اس کے فلسفے اور اس کے عمل کا رائج کرنا، تائید ایزدی کے علاوہ کسی طرح ممکن نہ تھا اور کوئی پیغمبر ہی اسکی اصلاح کر سکتا تھا۔ غیر قریشی عورتیں حج کے طواف کے دوران کپڑے اُتار کر ننگی طواف کیا کرتی تھیں۔ اسلام نے اسی قوم کو سدھارنے کا بیڑا اٹھایا اور یہی قوم چند سالوں میں تہذیب اور اقدار کی اعلیٰ ترین منزل کو پہنچی۔ نبی کریم ﷺ نے انہی لوگوں کی عادات واطوار اور دنیاوی انہماک کو دیکھ ان کو بنیاد ہی سے مکروہ قرار دیا۔ ان میں سب سے زیادہ اہتمام سے برتا جانے والا رکن ''لباس فاخرہ'' تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اترانے کی غرض سے اپنی ازار کو کھینچ کر چلے تو
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہ کرے گا۔''

نبی کریم ﷺ جس مذہب کا پیغام لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے وہ ایک مکمل ضابطہ حیات کو پیش کرتا ہے اور جہاں اللہ کریم نے اور بے شمار اعمال پر واضح احکام مہیا کیے ہیں، لباس کے بارے میں بھی بے شمار ارشادات صادر کیے ہیں: یہ زندگی قطعی عارضی اور امتحان کیلئے ہے جہاں انسان کو اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف اپنی عبادت کیلئے بھیجا ہے۔ یہ عارضی مقام ہے جہاں قیام بھی عارضی ہے یہاں کسی چیز میں دل لگانا، زندگی کے اصل مقصد کی نفی ہے۔ ہر دم ضروری ہے کہ لہو ولعب سے کنارا کر کے، نفس کے ساتھ مجاہدہ کیا جائے اور ہدایت کی پیروی کی جائے جس کا اجر آخرت میں دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ جس نے اس بات کو اچھی طرح جان لیا، اسکی دلچسپی زندگی میں کم اور آخرت میں زیادہ ہوگئی۔ لباس ستر پوشی کیلئے ضروری ہے۔ اسے عجز وانکساری کی حدوں سے باہر لے جانا اللہ کے غضب کو للکارنا ہے۔

عمدہ لباس سے طبیعت میں فخر پیدا ہوتا ہے۔ انکساری، تکبر میں بدل جاتی ہے۔ بندہ ریا اور غرور کا شکار ہوتا ہے۔ ریا لغوی معنوں میں دکھاوا اور نمائش کو کہتے ہیں۔ ریا اعمال کی اعلیٰ بنیادوں کو کھوکھلا کرتی ہے جس سے ساری عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔ غرور بھی کم وبیش اسی نوعیت کی بُرائی ہے کیونکہ اسکا مقصد بھی نفس کی بڑائی اور دکھاوا ہی ہے دونوں بیماریوں کی حالت قریباً ایک ہی ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ بعض اوقات لوگ اپنی وقعت اور تعریف کی خاطر کھانا چھوڑ دیتے ہیں اور موٹے کپڑے تن زیب کر لیتے ہیں۔ دنیا سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں اور دوسرے طرف بعض لوگ عمدہ لباس پہن کر اس بات کی آڑ لیتے ہیں کہ اچھا لباس سنت ہے۔ ان کا مطمع نظر یہ ہوتا ہے کہ لوگ ایسے ہی کپڑے ان کو بطور ہدیہ اور تحفہ پیش کریں یہ دونوں قسم کے لوگ کھو کھلے، دھوکا گر ہیں اور دونوں جاہ کے طلبگار ہیں۔ ان کا حال غرور اور تکبر سے علیحدہ نہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا:

"اور یہ دینوی زندگی بجز لہو ولعب کے اور کچھ بھی نہیں اور اصل زندگی (جو حقیقت میں زندگی میں کہلانے کے لائق ہے) وہ آخرت ہی کی زندگی ہے۔ کاش یہ لوگ اس بات کو (اچھی طرح) جان لیتے ہیں (تو آخرت کیلئے کوشش کرتے)۔

(عنکبوت)

پیغمبروں، ولیوں اور علماء کرام نے لباس کی تمام تر ضروری کیفیات اور پہناووں کا ذکر بالتفصیل کر دیا ہے اور عملی زندگی میں اپنے عمل سے ان کی پیروی کی ہے۔ ان سب میں سادگی اور ستر پوشی کی حدود قائم کی ہیں۔ حضرت مطرف بن شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"بادشاہوں کے عمدہ لباس اور عیش وعشرت پر نظر نہ کرو بلکہ یہ سوچو کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔"

لباس میں کم پر راضی ہونے کا حکم ہے اسراف کی اجازت نہیں۔ لباس میں فضول خرچی کی سخت ممانعت ہے اور فرمایا کہ "لباس اس قدر سادہ ہو جس سے دیکھنے والے کو کسی قسم کی تحریک نہ ملے" شاہانہ کروفر اور لباس کی تمکنت سے دیکھنے والے کے لیے اُس کے دل میں حسد، کینہ اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔ قدرتی طور پر ایک بدخواہ پیدا ہو جاتا ہے اور پہننے والے کے دل میں ریا، تکبر اور عجب پیدا ہوتا ہے۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

"تم لوگ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے"۔

Marfat.com

ایسی تمام چیزیں جن میں گناہوں کی لذت اور جائز چیزوں کی وہ مقدار جو ضرورت سے زائد ہے مثلاً سونے چاندی کے ڈھیر، اور لباس فاخرہ کی اُسی طرح مذمت ہے جیسے اونچے اونچے محلات اور لذیذ کھانے جن سے دنیا کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور دین سے بُعد۔ لباس پر ضرورت سے زائد خرچ کرنا فضول خرچی کو ہوا دیتا ہے جس سے شہرت طلبی کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں، پہلی یہ کہ جب فضول خرچی حد سے بڑھتی ہے تو قلاش ہوتا جاتا ہے یا پھر دوسری صورت میں ناجائز ذرائع حصول اپنانے پر اُتر آتا ہے۔ اس لیے اسلام نے کھانے پینے، اوڑھنے پہننے پر، ہر قسم میں کفایت شعاری اور اعتدال پر رغبت دلائی ہے۔ دوسرے ضرورت سے زیادہ لباس پر رقم خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے۔ نبی پاک ﷺ نے اسراف سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ حتیٰ کے مردے کو زیادہ کفن دینے سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ دونوں سے عذاب ہوتا ہے۔

نفس بنیادی طور پر آرام اور لذت پر مائل ہوتا ہے۔ اس کا منشا یہی ہوتا ہے کہ ضرورت سے زیادہ حریص رہے اور قناعت کی حدود کو توڑتا رہے۔ علاج کے لیے ضروری ہے کہ نفس کو مشقت کا عادی بنایا جائے۔ کیونکہ اعلیٰ لباس نفس میں تکبر کو ہوا دیتا ہے۔ خوشنما لباس بنیادی طور پر تکبر ہی کی علامت ہے۔ جن دو باتوں کی دین میں سختی سے روک آئی ہے ان میں ایک شرک ہے اور دوسرا تکبر۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"تکبر میری چادر ہے اور جو میری چادر میں داخل ہو گا میں اُسے قتل کر دوں گا۔"

عمدہ اور قیمتی کپڑا پہننے کو اسلام نے مذموم تکلف کہا ہے جس سے پہننے والے کے دل میں فخر پیدا ہوتا ہے اور فقرا کی دل شکنی ہوتی ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے یہ نصیحت کی کہ:

"(بیٹا) لوگوں سے اپنا رُخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر (یعنی بے تکلف اور متوسط رفتار میں اعتدال، تواضع اور سادگی کے ساتھ اختیار کر اور بولنے میں) اپنی آواز کو پست کر (یعنی گفتگو میں بھی عاجزی اور تواضع اختیار کر)۔ (الآیہ)

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے نزدیک مومن کی تمام خوبیوں میں لباس کا
صاف ستھرا ہونا اور کم پر راضی ہونا پسند ہے۔''

پرہیزگاری اور تقویٰ، دینی زندگی کی اصل ہے جو شخص پرہیزگاری اختیار کرتا ہے۔ اس پر زندگی اپنی معنوی اور حقیقی صورت میں منکشف ہوتی ہے، احکام باری پر عمل پیرا ہوتا ہے تو مقصد تخلیق کا راز کھلتا ہے، اس میں سفر کرتا ہے تو خالق سے روشناس ہوتا ہے، ہمکلام ہوتا ہے اور فرمایا:

''پرہیزگاری کا لباس بہتر ہے۔'' (اعراف)

اور جو لوگ اس کے بتائے احکام پر عمل نہیں کرتے جن کی عقل پر غفلت کا پردہ پڑا رہتا ہے۔ آخرت میں نقصان اٹھائیں گے۔

''لوگوں کیلئے ان کے حساب کتاب کا دن آن پہنچا
اور وہ غفلت میں اعراض کیے ہوئے پڑے ہیں۔''

(الانبیاء)

اس لیے حکم ہے کہ اُس لباس پر مداومت کرو جس کے ضابطے نہ صرف بیان کر دیئے گئے ہیں بلکہ رسول اکرم ﷺ نے اسے عملی شکل میں بہ نفس نفیس پیش کیا۔ اگر کوئی احکامات کی بجا آوری کرتا ہے، سنت پر چلتا ہے تو دین کے صراط مستقیم پر قائم ہے۔

''اے آدم کے بیٹو! ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری
ستر اور زینت کا سامان اور پرہیزگاری کا لباس یہ بہتر ہے''

(اعراف)

(جنگ جمعہ نومبر ۲۰۱۱ء)

Marfat.com

بوڑھوں کی تعظیم اور والدین کی اطاعت

حضرت نبی کریمؐ سے مروی ہے کہ بڈھا آدمی اپنی قوم میں، ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔ نفسیؒ نے لکھا کہ قیامت کے روز ایک فرشتے کو حکم ہوگا کہ ایک بڈھے کو جنت میں لے جائے، جنت میں داخلہ کے وقت اس کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ بڈھا جنت میں داخل ہونے سے پہلے فرشتے سے کہے گا کہ مجھے یہ اعمال نامہ پڑھنے دے فرشتہ کہے گا مجھے اس کی اجازت نہیں۔ پھر اجازت طلب کی جائے گی۔ اجازت کے بعد بوڑھا جب نامہ اعمال پڑھے گا تو بہت پشیمان ہوگا کہ ان گناہوں کے ساتھ جنت میں کیسے جائے۔ پھر اللہ پاک ہوا کو بھیجے گا اور اعمال نامہ اس کے ہاتھ سے اڑ جائے گا۔ رحمت کی ایسی ہوا چلے گی کہ سارے گناہ اس کی یادداشت سے نکل جائیں گے۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اسی برس کی عمر کو پہنچ جائے گا اس سے تعرض اٹھالیا جائے گا اور اجازت دی جائے گی کہ تو جنت میں چلا جا کیونکہ پوری پوری سعادت طاعت خداوندی میں آدمی دراز عمر پاتا ہے۔ ارشاد کیا جب مسلمان چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ پاک اس سے تین چیزوں کو پھر دیتے ہیں۔

1۔ جنون 2۔ جذام 3۔ برص

پچاس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اس کے گناہ ہلکے کر دیئے جاتے ہیں ساٹھ برس کی عمر میں اسے خدا کی طرف پورا رجوع عطا کیا جاتا ہے۔ ستر برس کی عمر والے سے خدا خود محبت کرتا ہے۔ آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ اسی برس کی عمر میں اس کی نیکیاں قبول کر لی جاتی ہیں۔ نبی کریمؐ فرماتے ہیں جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوتا ہے اور ایک بال سفید ہو جاتا ہے تو باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے تیرے نامہ اعمال کی سیاہی تیرے بڑھاپے کی سفیدی کو دیدی۔ آپؐ نے فرمایا تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جن کی عمر بڑی ہو اور عمل نہائت اچھے ہوں۔ ایماندار کا راس المال اس کی عمر ہے۔ معمرؒ نے بروایت زہریؒ بروایت عروہؓ۔ بروایت عائشہؓ بروایت حضرت محمدؐ بروایت جبرائیلؑ، آپ سے نقل کر کے یہ حدیث مجھ سے بیان کی۔ آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے بڈھے کو عذاب دینے سے جو اسلام میں بڈھا ہوا ہو،

Marfat.com

شرم آتی ہے۔ سب نے سچ کہا اور میں نے بھی سچ کہا جا میں نے تجھے بخش دیا۔

حضرت علیؓ ایک روز نماز کے لیے جا رہے تھے، ان کے آگے ایک بڈھا جا رہا آپؓ اس کی تکریم تعظیم میں اس سے آگے نہ بڑھے حضرت نبی کریمؐ سے مروی آپؐ نے فرمایا خدا تعالیٰ بڈھے کے چہرے کی طرف صبح و شام نظر کرتا ہے اور فرماتا ہے تیرا سن زیادہ ہو گیا ہے تیری ہڈیاں پتلی پڑ گئیں ہیں تیری کھال بھی باریک ہو گئی ہے۔ اجل تیرے سے قریب آن پہنچی ہے مجھ سے شرما، کیونکہ مجھے تجھ سے شرم آتی ہے۔

اطاعت

شعبیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا جس نے اپنی ماں کی دونوں آنکھوں کے نیچے بوسہ دیا، وہ بوسہ اس کے لیے دوزخ کی آڑ بن جائے گا۔ شرعۃ السلام میں لکھا ہے کہ جس نے اپنی ماں کے دونوں پاؤں کو بوسہ دیا گویا اس نے کعبہ کی دہلیز کو بوسہ دیا۔ کوئی فرمانبردار اور نیک لڑکا اپنے والدین کی جانب رحمت کی نظر سے نگاہ کرتا ہے، اس کی نظر کے عوض ایک حج مبرور لکھا جاتا ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ والدین کی رضامندی میں خدا کی رضامندی ہے اور والدین کی ناراضی میں خدا کی ناراضی ہے۔ ارشاد ہے کہ جس کے ماں باپ ہوں، ان کو اجازت کے بغیر جہاد کی اجازت نہیں ان کا حکم ماننا فرض عین ہے جبکہ جہاد فرض کفایہ ہے، فرض عین فرض کفایہ پر مقدم ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ نے اللہ تبارک تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے وصیت کیجئے ارشاد ہوا میں تمہیں تمہاری والدہ کی نسبت تمہیں وصیت کرتا ہوں، حتیٰ کہ نو بار یہی فرمایا دسویں بار ارشاد ہوا میں تمہیں تمہارے باپ کی نسبت وصیت کرتا ہوں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی کو ماں سے بڑھائے اس پر خدا اور فرشتوں کی لعنت ہے۔ اس کا فرض مقبول ہوتا ہے اور نہ ہی نفل۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت نبیؐ سے مروی ہے جس کی صبح و شام اس حالت میں ہوتی ہے کہ اس کے ماں باپ اس سے راضی ہوں اور اسی حالت میں صبح و شام ہوتی ہے کہ اس کے لیے جنت کی طرف سے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں اور جو ماں باپ کو ناراض کر کے صبح و شام کرتا ہے اس کی حالت ہوتی ہے کہ اس کے لیے دوزخ کی طرف دو دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ رسولؐ خدا نے کہا خواہ وہ دونوں ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں۔

امام نویؒ نے فتاویٰ میں لکھا کہ جو شخص ماں باپ کا نافرمان رہا ہو اور ان کی ناراضی کی حالت

Marfat.com

میں دونوں کا انتقال ہو گیا ہو اس سے باز پرس لازمی ہو گی۔ نادم ہو کر بکثرت ان کے لیے استغفار کرے، ان کے لیے دعا کرے اور ان کی طرف سے خیرات دے، اور ان کا قرض ادا کرے ان کے دوستوں کی تعظیم و مدارت کرے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ اگر تم حکمران ہو جاؤ اور قطع رحمی کرو تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔

(محمدؐ) وہ لوگ جو قطع رحمی کرتے ہیں زمین میں فساد کرتے ہیں وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

(بقرہ)

ابو بکرؓ نے حضورؐ سے سنا ہے کہ ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں، یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صلہ رحمی کرو کیونکہ اس سے تیزی سے نتائج پیدا کرنے والا کوئی عمل نہیں۔ بخاری اور مسلم میں لکھا ہے کہ جو کوئی پسند کرے کہ اس کی روزی فراخ ہو، اس کی عمر طویل ہو تو اسے چاہیے صلہ رحمی کرے، صلہ رحمی کی سب سے اول ترجیح اور مثال والدین کے ساتھ احسان کرنا ہے، ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا، بر وقت نماز پڑھنے کے بعد سب سے بہتر عمل والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے ابن ماجہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا والدین کا اپنے لڑکے پر یہ حق ہے کہ وہی اس کی جنت اور وہی دوزخ ہیں، اور فرمایا والدین زندہ ہیں تو ان کی خدمت میں لگے رہو، جنت تمہاری ماں کے پاؤں میں ہے۔ اور والد تمہارے لیے جنت کے درمیان والا دروازہ ہے۔ چاہو تو اس دروازے کو ضائع کرو اور چاہو تو اس کی حفاظت کرو، والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے کہ اگر ماں باپ یہ کہیں کہ بیوی کو طلاق دیدو خواہ تمہیں اس سے انکار ہو۔ خواہ محبت ہو مگر تمہارا لیے یہی حکم ہے کہ اس طلاق دیدو۔ طبرانی میں اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ اپنے والدین سے نیک سلوک کرو، تمہاری اولاد تم سے نیک سلوک کرے گی۔ ابن حسان میں یہ الفاظ میں کہ جو ماں باپ یا ان میں سے ایک کو پائے، پھر ان کے ساتھ نیک سلوک کرے، مر جائے اور دوزخ میں چلا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے دور کر دے۔ کہیئے آمین۔ میں نے کہا آمین! ارشاد نبوی ہے کہ تیری حسن رفاقت کی زیادہ حقدار تیری ماں ہے، تیری ماں ہے، تیری ماں ہے تیرا باپ ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے رسولؐ اللہ کو فرماتے سنا کہ جو یہ پسند کرے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ قبر میں (دفن ہونے کے بعد) صلہ رحمی کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے والد کے بعد اس کے احباب سے تعلق قائم رکھے۔

Marfat.com

روحانی بیماریاں اوران کاعلاج

جس طرح انسان جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے بالکل اسی طرح اُس کو روحانی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔امام غزالی نے برسوں پہلے ان بیماریوں کا ذکر کیا اوران کا علاج تجویز کیا۔آپؒ نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا انسان کی ابتدائی حالت پانی اور مٹی کی ہے۔پھر نطفہ بنتا ہے۔رحم میں پہنچ کر منجمد خون کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔کچھ عرصہ بعد یہ گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے۔رگیں اور ہڈیاں پیدا ہوتی ہیں۔آخر میں ان ہڈیوں پر گوشت اور کھال پہنائی جاتی ہے۔تاہم لوگوں کا خیال ہے کہ بچہ رحم سے نکل کر پیدا ہوتا ہے اور روح کی رخصتی کے ساتھ مرجاتا ہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ رحم سے نکل کرانسان سوجاتا ہے اور دنیا چھوڑتے وقت بیدار ہوجاتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لوگ دنیامیں سوتے ہیں،جس وقت مرتے ہیں اس وقت بیدار ہوتے ہیں''۔

ایک طویل حدیث میں خبردی گئی ہے کہ رزق اور زندگانی تقدیر سے ہے اللہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے اور اُسی پر اسکی حفاظت اور تربیت اور اس کو مہلت عطا کرتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ نے انسان کو دو مختلف جوہروں سے پیدا کیا ہے۔ایک جسمانی جوہر ہے جو استحالہ اور تخلل وعلل کے قابل ہے۔اور اسی پر امراض اور آلام اور علل کے عوارض وارد ہوتے ہیں۔دوسرا جوہر،روحانی،لطیف،کامل عاقل،عالم ناطق ہے اور اسکے امراض بھی روحانی ہیں۔انسان کے جسم میں جس قدر بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ان کو انکے اعضاء کی رو سے بیان کیا جاتا ہے مرض وہ حالت ہے جو بدن میں ہیت اصلی کے خلاف پیدا ہوتی ہے۔مرض کی ایک قسم وہ ہے جو اصل فطرت یعنی پیدائشی ہو۔اس مرض کا علاج انسانی طب سے ممکن ہے۔اور دوسری قسم کے امراض وہ ہیں جو فطرت میں داخل نہیں بلکہ مزاج کے فساد سے پیدا ہوتے ہیں ان امراض کا علاج بھی کیا جاسکتا ہے۔دوسری قسم کے یہ امراض روحانی ہیں ان کا علاج بھی روحانی ہے۔امام غزالیؒ نے ان امراض روحانی کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔روحانی بیماریوں کی حالت اوران کا علاج تجویز کیا ہے۔

Marfat.com

قلب ایک سر ہے۔ جسطرح بدن کا سر ہے اور اس کو کاٹ لیا جائے تو بدن زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح قلب کا سر کاٹ لیا جائے تو اسکی زندگی بھی ختم ہو جائے گی۔ قلب کا سر غیب کے لطائف کا ادراک کرتا ہے اس میں پانچ حواس ہیں بصیرت، تذکرہ، مراقبہ، تمیز، تفکر۔ بصیرت قلب کی آنکھ ذکر قلب کی زبان، قلب کا سننا، مراقبہ یعنی کان ہے، تفکر قلب کا خیال ہے اور تمیز رب کا تجربہ۔ اللہ جب کسی کی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے قلب کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے اور برائی کا ارادہ کرلے تو اسکی آنکھوں اور کانوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ ادراک کو اس سے دور کر دیتا ہے ان ادراکات کا رک جانا ایک شدید روحانی مرض ہے۔ اس مرض کے بڑھنے سے ہی غفلت پیدا ہوتی ہے۔ "غفلت" قلب کے لیے غشی کی حالت ہے جس سے اعضاء بیکار پڑ جاتے ہیں۔ سکتہ ہو جاتا ہے، فاسد گمان پیدا ہو جاتے ہیں جسکو مالیخولیا سے شباہت ہے۔ یہ فاسد گمان قلب کو برباد کرتے ہیں مالیخولیا کی حالت میں انسان کے حواس خبط ہو جاتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسکے اقوال بھی مختلط ہو جاتے ہیں۔ قلب میں جب فاسد ظنون کی کثرت ہو جاتی ہے تو اس کے بہت سی خبط الحواسیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے اچھے کاموں سے دیوانگی کی حالت میں معرفت الٰہی سے دور ہو جاتا ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قلب سے اس مرض کو رفع کرنے کا حکم فرمایا ہے حکم یہ ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اس حالت میں نہ مرے کہ جس حالت میں وہ خدا کے ساتھ نیک گمان نہ رکھتا ہو کیونکہ نیک گمان رکھنا ہی جنت کی قیمت ہے۔

قلب کا طمع کی فضولیات بھر جانا بالکل استسقاء کی طرح ہے جس طرح استسقاء والے کی پیاس پانی سے نہیں بجھتی اسی طرح طمع والے کا دل دنیا کے مال و دولت سے نہیں بھرتا۔ اسکو سونے کے دو جنگل مل جائیں تو وہ تیسرے کی حرص کرے گا، اور کوئی شے سوائے مٹی کے اسکا پیٹ نہیں بھر سکتی۔ غفلت کا دھواں اسکو گھیرے میں لیتا ہے جس سے اسکی بصیرت جاتی رہتی ہے۔ اگر کوئی عقل مند کوشش کرے تو اپنی بصیرت سے ان امراض کو دیکھ سکتا ہے۔ امام غزالیؒ کا فرمان ہے کہ ہر مرض کے واسطے شفاء ہے اور ہر مرض کی دوا ہے۔ ان میں بعض دوائیں عقلیہ ہیں اور بعض شرعیہ جن کو شارح اسلام نے اپنے نور نبوت سے ظاہر فرمایا ہے۔ جس نے قلب کے امراض اور ان دواؤں کو معلوم نہ کیا وہ انسانیت سے خارج ہے۔

جو شخص امراض قلب کو معلوم کرلے ان کی روحانی دوائیں حاصل کرتا ہے اور ان کو حکیم کی ترکیب کے مطابق استعمال کرتا ہے وہ ان امراض سے نجات پائے گا۔ صحت کلی اور حیات سرمدی سے

Marfat.com

سرفراز ہوگا۔اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ملکوت کی کسی شے میں سمانہیں سکتا مگر مومن کے قلب میں میری سمائی ہے۔ پس جس قلب میں حق تعالیٰ موجود ہو اس قلب میں تمام علوم خداوندی نقش ہو جاتے ہیں۔غیب اور شہادت کی تمام باتیں اس پر آشکار ہو جاتی ہیں۔ جب قلب کمالات سے آگاہ ہو جاتا ہے تو اس کے امراض وعلل سے پرہیز کرتا ہے۔اپنی صحت کو قائم رکھنے کی کوشش میں تندہی سے مصروف رہتا ہے اسکا مہتم بالشان علاج یہی ہے کہ شریعت کی پیروی کی جائے اور یہ شریعت ہی یعنی رسول خدا ﷺ کی پیروی ہے۔

قلب کا فالج کسلمندی اور سُستی ہیں۔غیبت کی حیثیت سکتہ کی ہے اور غفلت صرع ہے اسکی گرمی حرص ہے اور استسقاء طمع ہے۔گمان کی حالت فاسد مالخولیا کی سی ہے۔جھوٹے خیالات، دل کی بصیرت اور سماعت کا نقص ہیں۔دنیا کی محبت یرقان کی سی ہے۔خواہش بمنزلہ برص ہے جبکہ حسد ایک دق ہے یہ تمام ایسی امراض ہیں جن میں سے ہر ایک کا علاج ہے۔دوائیں ہیں جو ان امراض کا ازالہ کردیتی ہیں۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بہت سی عبادتوں کو مرکب کر کے نافع دوائیں تجویز کی ہیں۔

جس انسان کے اندر اخلاقی فضلات بھرے ہوں اسکے لیے ضروری ہے کہ وہ غیر ضروری باتوں کو ترک کر کے پرہیز اختیار کرے پھر بمطابق مزاج نماز روزہ بطور ادویات استعمال کرے۔جلد صحت یابی کے لیے شب و روز ذکر الٰہی کو اختیار کرے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں ارشاد کیا کہ اے ایمان والو! خدا اور اس کے رسول ﷺ کی نصیحت کو مانو کیونکہ وہ تمہیں روحانی زندگی کے ساتھ زندہ کرتے ہیں۔جہل ایک شدید مرض ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مزاج تبدیل کرو۔اور اسکی ظلمت سے نکل کر علم کے نور میں آجاؤ اس کے لیے سب سے اہم کام یہ ہے کہ تم محبت الٰہی کی حرارت عزیزی حاصل کرو۔

الامل:

ایک روحانی مرض ہے۔انسان امید کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔اور دار آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ موت کے پاس پہنچ جاتا ہے۔یہ وہ امل ہے جو جہل سے پیدا ہوتا ہے اور اسکا علاج یہ ہے کہ اس کی رگ کو موت کے مطالعہ کی تلوار سے کاٹ دیا جائے کیونکہ موت کو سامنے رکھنا ہی امل کی بنیاد کو ڈھاتا ہے۔

Marfat.com

بُغض:

یہ روحانی علت امل سے پیدا ہوتی ہے۔ جب دل میں امل کا مرض وارد ہوتا ہے تو آدمی خیال کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس لیے وہ مال و دولت اور جاہ و جلال سے محبت کرتا ہے اس میں دوسروں کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ اس کوشش میں لگ جاتا ہے کہ دوسروں کی تمام مال و دولت اسکے پاس آجائے۔ اس کے لیے وہ انہیں ہلاک کرنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔ اسکا علاج یہ ہے کہ پہلے امل کو ختم کیا جائے اور پھر نفس کو مسلمانوں سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرے۔ اور ان سے محبت کرنے پر خود کو صابر بنائے تاکہ بُغض محبت سے بدل جائے۔ شیطان تمہارے اندر قمار بازی اور شراب کے ذریعے بُغض اور عداوت پیدا کرتا ہے جب بُغض بڑھتا ہے تو ردِعمل کے طور پر بُخل پیدا ہوتا ہے۔ آدمی مال کو بندگان خدا کے منافع اور فوائد سے دور کر لیتا ہے۔

جہل:

جہالت بھی ایک روحانی مرض ہے اور تمام امراض کی جڑ اور سب کا سردار ہے جہالت دل کی آنکھ کا اندھا ہو جانا اور کانوں سے بہرہ ہو جانا ہے۔ جہل جب قلب پر غالب آجاتا ہے تو زبان گونگی ہو جاتی ہے۔ معارف کے انوار قلب سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ وہ بالکل پتھر کی مانند ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ جاہل کی عبادت کو قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اسکی دُعا قبول کرتا ہے یہ مرض عقل کا دشمن اور علم کی ضد ہے۔ جہالت کے زوائد میں سے ایک مرض جفا بھی ہے۔ جاہل اپنے آپ کو جہالت کی قید میں بند رکھتا ہے جو اپنے نفس پر ضبط کرتا ہے اس سے بڑھ کر کیا جفا کرے گا۔

بزدلی:

بزدلی بھی ایک روحانی مرض ہے کیونکہ جاہل کا قلب بھی بزدل ہوتا ہے وہ قضا اور قدر کے رازوں سے شناسا نہیں ہوتا اللہ کی راہ میں قدم رکھنے سے گھبراتا ہے اس مرض کا علاج تقویٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے "تقویٰ کرنے والا زندگی قوت کے ساتھ بسر کرتا ہے اور دشمن ملک میں امن سے پھرتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ علم دین حاصل کرے۔

Marfat.com

ھویٰ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اس مرض کے سبب سے مصالح قلب کی بصیرت سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ وہ مہمات سے رک جاتا ہے، آسمان پر چاروں طرف ھویٰ کی تیز ہوائیں چلتی ہیں اور وہ جادہ معرفت سے منحرف ہو کر صراط مستقیم کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہویٰ جس قلب پر قابض ہوتی ہے اسکو انصاف کے راستہ سے روک دیتی ہے۔

وسواس:

وسواس فاسد اور جھوٹے گمان کی تائید سے پیدا ہوتا ہے اور ہویٰ اسکی مدد کرتی ہے اس سے قلب کے اعمال میں خبط الحواسی پیدا ہوتی ہے۔ وسواس اندر اور باہر دونوں طرف سے پیدا ہوتا ہے۔ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ جو چاہتا ہے کر خدا کی رحمت بڑی وسیع ہے، وہ تجھ کو بخش دے گا۔ یہاں تک کہ بُرے اعمال کراتے کراتے اسے دوزخ میں گھسیٹ کر لے جاتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اپنے رب کی وسواس سے پناہ مانگو۔ نمازی کی نماز میں وسوسے پیدا ہوتے ہیں اور وہ نماز بھول جاتا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات دوبارہ نیت باندھنی پڑتی ہے۔

زغارت:

زغارت قلب میں ناشکری کی افراط اور پرہیزگاری میں قلت اور جہالت کے سبب پیدا ہوتا ہے۔ اس مرض کی شکل شرک خفی کی سی ہے۔ قلب اعتدال کا راستہ چھوڑ کر کمی یا زیادتی اختیار کرتا ہے اور فضولیات میں پڑ جاتا ہے۔

حسد:

یہ مرض انسان کے جسم میں برص کی طرح ہے جسطرح لوگ برص والے سے پرہیز کرتے ہیں اسی طرح حاسد سے فرشتے شدید نفرت کرتے ہیں۔ اسکی کوئی نیکی قبول نہیں کرتے حاسد کو کچھ بھی خوشگوار نہیں۔ اکثر اوقات اسکا حسد اس کی جان لے لیتا ہے۔ کسی کی نعمت یا آسائش کو دیکھ کر اس کا مرض دوگناہ، چوگنا ہو جاتا ہے یہ ایک عذاب الٰہی ہے۔ اسکے حسد سے محسود کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

Marfat.com

حرص:

یہ ایک اور سخت مرض ہے۔ یہ دنیا کی محبت سے دل میں پیدا ہوتا ہے دوسرے کے پاس اسباب دنیا دیکھ کر حسد کرتا ہے۔اس کا علاج یہی ہے کہ جان لے کہ حرص رزق کو زیادہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی آپ کے چاہنے سے کسی کا رزق کم ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ جو رحمتیں لوگوں پر کشادہ کرتا ہے، اسکا روکنے والا کوئی نہیں اور جن پر وہ رحمتیں روک دیتا ہے، اسکا بھیجنے والا اور کوئی نہیں۔اسکا بہتر علاج یہ ہے کہ دنیا کی حقارت کو پیش نظر رکھے اور جان لے کے خدا کے ہاں اس کی کوئی قدر نہیں۔

طمع:

یہ مرض حرص کے درخت کی ایک شاخ ہے جس پر کانٹے اُگے ہیں۔آزاد روحوں کو اس سے شدید تکلیف پہنچتی ہے ارشاد ربانی ہے ''جو شخص میرے تھوڑے رزق سے راضی ہوتا ہے میں بھی اس کے تھوڑے عمل سے راضی ہو جاتا ہوں'' طمع کے مرض سے حقائق ایمانی ختم ہو جاتے ہیں اور یہ احسان کے عرفات کو سرے سے ناپید کر دیتا ہے۔اس کے علاج کے لیے طمع کی تمام اشیاء سے پرہیز اور قناعت پر قائم ہونا ہے۔ضروری ہے کہ بیمار ذکر الٰہی میں مشغول ہو کر زہد کو اختیار کرے۔دنیا اور اسباب دنیا کی محبت کو دل سے نکال دے۔

یاس:

نا اُمیدی کا مرض روح کے لیے ایک شدید آفت ہے۔اس مرض کی وجہ ذات الٰہیہ میں شکوک کا پیدا ہونا اور اس سمت میں جہالت کا غلبہ ہونا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہو کیونکہ اس سے صرف کافر ہی نا امید ہوتا ہے۔یاس وہ مرض ہے جو روح کی اس امید کو جو رحمت کے بارے میں ہے، روک دیتا ہے۔اللہ کے بارے میں حسن ظن سے محروم کر دیتا ہے۔اس کے علاج کے لیے ضروری ہے کہ قلب سے وسوسے نکال دیئے جائیں اور رحمت الٰہی کی وسعت پر ایمان قائم رکھا جائے کیونکہ رب کی رحمت نے بہر حال ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

کسل:

کسل ایک ایسا مرض ہے جو علم و عمل کی کوششوں کو روک دیتا ہے۔جس طرح ایک لاچار آدمی

Marfat.com

حرکت پر قادر نہیں رہتا اسی طرح سستی کا شکار خلوص کے ساتھ عبادت سے عاجز رہتا ہے۔ کسل بالکل کفر کی مانند ہے۔

کبر:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''کسی بھی بندے کے دل میں ایمان اور تکبر ایک ساتھ نہیں رہ سکتے'' ۔اللہ تبارک تعالیٰ نے جب شیطان کو حکم دیا کہ وہ انسان کو سجدہ کرے تو اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ''میں اس سے بہتر ہوں جس کو تو نے مجھے سجدے کا حکم دیا'' کیونکہ انسان کو تو نے مٹی سے بنایا اور مجھے آگ سے۔ چنانچہ رب نے اس پر ہمیشہ کے لیے لعنت کی۔ کبر امراض روحانیہ میں کفر کے بعد سب سے زیادہ مہلک مرض ہے۔ قلب پر پہلے قبضہ کبر جماتا ہے اور حقوق الٰہی سے غافل کر دیتا ہے جس سے اس کے اندر کسل پیدا ہوتا ہے اور اس سے وہ ضعیف پڑ جاتا ہے۔ کسل اور تکبر کا مرض اُسے کفر کی حالت تک پہنچا دیتے ہیں۔

کذب:

نفس کا جھوٹ کے مرض میں مبتلا ہونا ہی عقل کو خبط کر دیتا ہے اس سے تکبر کی پیدائش ہوتی ہے جس سے کسل وسستی طاری ظاہر ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ جھوٹے کو ایمان کی حدوں سے نکال کر ہلاکت اور زوال اسکے مقدر میں لکھ دیتا ہے۔

لجاج:

غصے اور ہٹ دھرمی کی حالت امراض روحانی میں لجاج کہلاتی ہے یہ ایک بڑی آفت ہے اور سخت غصے کی حالت میں یہ قلب پر قبضہ کر لیتی ہے حق اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور یوں حق پر باطل غالب آجاتا ہے۔ زیادہ بحث ومباحثہ کرنے والے اس مرض کا زیادہ شکار ہوتے ہیں جس کیونکہ دلیل اور حجت قائم کرتے کرتے وہ سخن پروری کے عادی ہو جاتے ہیں۔

مکر:

مکر ایک نہایت ملعون مرض ہے جو نفس کی خباثتوں سے پیدا ہوتا ہے۔ اس سے قلب کی سختی کو جلاء ملتی ہے اور قلب سے محبت ومہربانی کا جذبہ مفقود ہو جاتا ہے۔ اسکا مریض اپنی جبلی جہالت کے سبب

Marfat.com

مکر سے واقف نہیں ہو پاتا۔ ایسے مریضوں کو چاہیے کہ وہ ارشاد باری کو یاد رکھیں جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ خدا سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے اور مکر کرنے والوں کے مکر کو انہی پر الٹا کر دیتا ہے۔ جب وہ جان لے گا کہ مکر کرنے والا خدا کے قہر کو آواز دیتا ہے تو اس مہلک مرض سے نجات پائے گا۔

نفاق:

نفاق کا سبب ایک تو جہالت کا غلبہ ہے اور دوسرے نور معرفت کا منقطع ہو جانا ہے۔ منافق مومنوں میں مومن اور کافروں میں کافر رہتا ہے وہ دونوں کو خوش رکھتا ہے اور دونوں کی اذیتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ منافقوں کے واسطے صرف دوزخ کوئی ٹھکانہ نہیں اور وہ جہنم کے بھی سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔ نفاق اور تکبر دونوں اسکی جڑ ہیں۔ اسکے لیے ضروری ہے کہ زبان کو قابو میں رکھے۔ غیبت اور بہتان سے پرہیز کریں۔ پرہیز گاری پر کاربند ہوں اور نیت کو صاف کر کے حق اور سچ پر قائم ہو جائے۔

عُجب:

خود پرستی کا مرض بھی کفر ہی پیدا کرتا ہے۔ خوبینی مریض کو کفر کی انتہاء پر لے جاتی ہے۔ خواہش کی پیروی کا مطلب آدمی کا اپنے نفس سے خوش ہونا اور خود کو افضل جاننا ہے۔ یہ مرض بھی کفر سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا علاج بھی وہی ہے جو کفر کا علاج ہے۔ تاہم مریض کو چاہیے کہ وہ اپنی نظر میں اپنے نفس کو انتہائی ذلیل اور حقیر جانے اور دل میں خود کو سب سے چھوٹا اور لاچار سمجھے۔

فسوق:

یہ خبیث اور ناپاک مرض قلب کی موت کا سبب بنتا ہے اور اسکے علاج کی گنجائش بہت کم ہوتی ہے۔ اسی مرض کے سببِ قلب میں شہوت کی حرارت پیدا ہوتی ہے اور اسکا ہیجان آنکھوں سے اندھا اور کانوں سے بہرا کر دیتا ہے۔ اس مرض کے سبب پرہیز گاری میں بے احتیاطی کا آنا ہے۔ جوں جوں یہ مرض بڑھتا ہے حالت جنون کے مریض کی طرح بڑھ جاتی ہے۔ شرم وحیاء کی پہچان ختم ہو جاتی ہے۔ اچھے بُرے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ کپڑے پھاڑ کر برہنہ پھرتا ہے اور نجاست سے پرہیز نہیں کرتا۔ وہ صرف خواہش کا غلام بن کر رہ جاتا ہے اور اسی حالت میں ذلت وخواری میں موت آن لیتی ہے۔ اسکے

Marfat.com

علاج کے لیے ضروری ہے کہ مراقبہ سے اس سودا کا علاج کرے۔ ذکر الٰہی سے قلب اور دماغ کو تقویت پہنچائے اور عبادت کے باغات کی سیر کرے تا کہ اس مرض سے چھٹکارا ہو۔

قسوۃ القلب:

سخت دلی ایک اور شدید مرض ہے جو جہالت اور حماقت سے پیدا ہو کر تمام قلب کو سیاہ کر دیتا ہے اس سے دل میں درشتی پیدا ہوتی ہے اور وہ خدا سے دور اور شیطان کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اسکے علاج کے واسطے، کلمات الٰہی کا سننا، ذکر الٰہی پر قائم ہونا اور اللہ پاک پر توکل کرنا ہے۔

رعونت:

ھویٰ کے دل پر قابض ہو جانے سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔ عجب اور کبر اسکی بڑھوتری کرتے ہیں۔ اس سے ریاء پیدا ہوتی ہے۔ گویا یہ دو امراض فخر اور کبر سے مرکب ہے۔ اسکا علاج یہ ہے کہ سامان عیش کو ختم کیا جائے اور لباس فاخرہ کو ترک کیا جائے۔

شہوت:

یہ مرض قلب کے حواس کو بالکل مکدر کر دیتا ہے۔ اسکا توڑ مشکل اور نجات دشوار ہوتی ہے۔ اسکے لیے ضروری ہے کہ نماز روزہ کی مداومت کی جائے۔ اطباع طبعیت سے گریز کیا جائے اور لذتوں کو رد کیا جائے۔

تفاخر:

فخر کرنا، تکبر سے پیدا ہوتا ہے اور عجب کی شاخ ہے، دولت اور منصب کی محبت سے خواہش کا غلبہ ہو جاتا ہے اور مریض اس سے بمشکل چھٹکارا پاتا ہے اور بعض اوقات اسی میں قتل ہو جاتا ہے۔ اسکا علاج بھی تکبر کی طرح کیا جاتا ہے۔

خیانت:

یہ مرض قلت دیانت کا شاخسانہ ہے۔ غلبہ خواہش اس میں بڑھوتری پیدا کرتا ہے۔ قلب پر طاری ہونے سے مریض کی حیاء کی چادر اتر جاتی ہے۔ بعض اوقات مریض آناً فاناً ہلاک ہو جاتا ہے اس سے فی الفور چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے اور علاج کے طور پر اللہ تبارک تعالیٰ کا خیال اور

Marfat.com

دوزخ کی آگ کا تصور کرنا ضروری ہے۔ بے عزتی سے ڈرنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ وعدہ کرتا ہے تو اسکے خلاف کرتا ہے اور جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو اسمیں خیانت کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا جس نے خیانت کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ضعف قلب:

قلب کا ضعیف ہونا ایک اور شدید مرض ہے جس کی دو اقسام ہیں، وہ قلب جو سرچشمہ حیات ہے اسکی ضعیفی سے روح ضعیف ہو جاتی ہے دوسری حالت قلب کی حقیقت کا ضعیف ہونا ہے اور قلب سے عقل کے نور اور معرفت کی روشنی جاتی رہتی ہے۔ ایمان کمزور پڑ جاتا ہے توحید سے دور ہو جاتا ہے۔

ظلم:

ظلم کی بیماری، شرک سے پیدا ہوتی ہے اور جہالت اور دل کی سختی اسکی مددگار ہوتی ہے۔ اس سے خیالات فاسدہ انوار مقبولات پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور نہ ہی گواہی کو چھپاؤ، ظلم سے دینی اور روحانی آفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسکا علاج یہ ہے کہ ایسے اعمال اختیار کیے جائیں اور ایسی عبادات کا سہارا لیا جائے جو دل میں اعتدال کو قائم کر کے عدل پیدا کریں۔

غضب:

اسکا سبب نفس امارہ کا اعتدال سے خارج ہونا ہے۔ اسکی شکل ایک درندہ حیوان کی طرح ہے جس سے ظلم اور بغی پیدا ہوتی ہے یہ کل فواحش کا سبب ہے۔ شدت غضب سے اور بھی روحانی اور جسمانی امراض جنم لیتے ہیں۔ اس سے دین کی روشنی قلب سے جاتی رہتی ہے۔ بصیرت کور ہو جاتی ہے۔ اور حق آنکھ سے چھپ جاتا ہے۔ اسکے لیے ضروری ہے کہ باطن کا تنقیہ کیا جائے۔ خود کو فواحش سے پاک کر کے ضمیر کو تمام قبائح سے پاک کر دیا جائے۔ خواہشوں کے ڈھیر دل سے ختم کرنا بھی اس کا علاج ہے۔

غرور:

جب قلب خواہشوں کے دھوکے میں گھر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے منع فرماتا ہے ارشاد ہوتا ہے "اے لوگو! دنیا کی زندگی تم کو فریب اور دھوکہ نہ دے"۔ غضب کی شدت اسکا سبب بنتی ہے۔ قلب میں گھر

Marfat.com

کر لینے کے بعد اس میں تکبر کی آگ جل اٹھتی ہے۔ پھر چشم بصیرت سے روشنی جاتی رہتی ہے۔ غرور کے دورے پڑتے ہیں اور قلب اپنی تمام قباحتوں کے ساتھ متغیر ہو جاتا ہے۔ اسکے علاج کے لیے اللہ پاک کی سرزنش کو یاد رکھنا ضروری ہے جب وہ قیامت کے دن انسان سے فرمائے گا کہ کس چیز نے تیرے پروردگار کریم سے تجھ کو نافرمان اور گستاخ کر دیا؟ اسکے علاج کے لیے ضروری ہے کہ گزرے حالات پر نظر رکھے، موت کو یاد رکھے اور اس دن کا خوف دل میں بٹھالے جب اس پر سوال کیا جائے گا۔

غفلت:

ایک انتہائی خبیث مرض ہے جو غرور کی شدت کا شاخسانہ ہے۔ قلب چونکہ اپنی خواہش میں مغرور ہو جاتا ہے جس سے وہ خدا کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے عقل پر پتھر پڑ جاتے ہیں اس سے دین کا مزاج فاسد ہو جاتا ہے۔ اسکا پردہ عرفان اور روشنی سے محروم کر دیتا ہے۔ اسکے علاج کے لیے ضروری ہے کہ تنقیہ کیا جائے اور عذاب الٰہی کے خوف سے غافل نہ ہو اور مالک کے غصے اور غضب کو یاد رکھے۔

Marfat.com

فصوص الحکم کے خالق

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ

فصوص الحکم، تصوف کے میدان میں آج تک لکھی جانے والی تمام کتابوں میں ارفع ترین مقام رکھتی ہے جو شیخ اکبر محی الدین ابن عربی تصنیف ہے۔

فصوص الحکم کے بارے میں علامہ ابن عربی ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ کو ۶۲۷ھ کے آخری عشرہ محرم میں خواب میں دیکھا جو فرماتے تھے کہ یہ فصوص الحکم ہے۔ تم اسے لوگوں تک پہنچاؤ، سو میں نے وہی القا کیا جو میری طرف القا کیا گیا۔ یہ تصوف کی دنیا میں ایک بحر زخار ہے جس نے تصوف کی دنیا میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ صوفیا، علما اور اساتذہ ایک عرصہ دراز سے اس کی تعلیم وتدریس میں محو رہے ہیں، اسکی عربی، فارسی اور دوسری زبانوں میں سو سے زائد شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔ بے شمار تراجم کی سعادت بھی کچھ لوگوں کے حصے میں آئی۔ فصوص الحکم کا معروف اردو ترجمہ ۱۳۲۱ھ میں شائع ہوا۔ جسے ترجمہ محمد برکت اللہ لکھنوی نے کیا۔

فصوص الحکم لکھنے والے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا حقیقی نام محمد تھا جو ۵۶۰ھ میں سترھویں رمضان کو اندلس کے علاقے میں شہر مرسیہ، میں پیدا ہوئے، اٹھتر سال سات ماہ اور نو دن زندگی پائی ابن عربی اپنے دور کے ایک نادر عالم تھے۔ آپؒ کو علم حدیث اور تفسیر سے خاص شغف تھا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے ان سے ملاقات کے بعد کہا کہ وہ ازسرتاپا، سنت نبویؐ اور عادات نبویؐ سے آراستہ ہیں۔ فتوحات مکیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ حلب میں قیام پذیر رہے اور قرطبہ میں بھی آپ کا طویل قیام رہا۔ جہاں ان کی انبیاء سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔

علماء مصر کی تاریخ میں حضرت صلاح الدین صعکی نے لکھا کہ جس کسی کو علم لدنی والے کے کلام کو دیکھا منظور ہو وہ محی الدینؒ ابن عربیؒ کی تصانیف دیکھے۔ شیخ الاسلام زکریاؒ کی روض شرح میں منقول ہے کہ امام یافعی محی الدین ابن عربی کی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کی اجازت دیتے تھے۔ فیض آبادی نے کہا کہ شیخ اکبر کے وہی لوگ منکر ہیں جو نرے ملا ہیں۔ جمہور علماء اور صوفیہ نے اقرار کرلیا ہے کہ وہ اہل

Marfat.com

تحقیق وتوحید کے امام ہیں سراج الدین بلقینی نے کہا کہ خبرداران کے کسی کلام سے انکار نہ کرو کیونکہ ابن عربیؒ نے اوائل عمر میں معارف اور حقائق کے علم کے دریا میں غوطہ مارا ہے۔ حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا، میرے نزدیک یہ بھی گناہ کبیرہ ہے کہ عالموں کی خطائیں نکالیں اور اس کے اصلی مطلب کو نہ سمجھیں۔

شیخ اکبر محی الدینؒ کو ایک واسطے سے غوث عبدالقادر جیلانیؒ سے خرقہ ملا ہے اور حضرت خضر سے بھی ایک واسطہ سے خرقہ ملا ہے۔ آپؒ نے خود کہا کہ میں ایک بار حضرت خضرؑ کے ساتھ تھا میں نے ان کے تین خرق عادات دیکھے۔ ایک وہ پانی پر چلتے تھے، دوسرے زمین کو طے کرتے تھے، تیسرے وہ ہوا پر نماز پڑھتے تھے۔ آپؒ نے فتوحات کے باب ۳۴۹ میں لکھا کہ صنف انسانی میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایک واقعہ صحیحہ میں کل نبیوں سے ملایا اور میں نے سب کو پہچانا۔ فتوحات کے باب ۴۶۴ میں لکھا ہے کہ ہر ملک اور ہر شہر میں سوائے غوث کے ایک قطب بھی ہوتا ہے اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ اس ملک کو محفوظ رکھتے ہیں۔ خواہ اس کے رہنے والے مومن ہوں یا گنہگار۔ عالم کبھی قطب سے خالی نہیں ہوتا۔ ہر قطب اپنے عالم میں اس زمانہ تک رہتا ہے جب تک خدا چاہتا ہے۔ پھر دوسرے قطب کے آنے سے اس کی دعوت اور حکومت منسوخ ہو جاتی ہے جیسے پہلے نبیؑ کی شریعت دوسرے نبیؑ کی شریعت سے منسوخ ہو جاتی ہے۔ اکثر اقطاب تین سال تک رہتے ہیں۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ کل لوگ متفق ہیں کہ امت محمدیہ میں افضل اولیا حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں ابن عربی نے فتوحات کے باب ۹۳ میں بتایا کہ امت محمدیہ میں کوئی شخص سوائے حضرت عیسیٰؑ کے، ابوبکرؓ سے افضل نہیں ہوا۔ حضرت خضرؑ نے خود مجھ سے فرمایا کہ میرا مقام صدیقیت سے اوپر اور نبوت سے نیچے ہے اور اس کا نام فروتت ہے۔ ابوبکرؓ اولیاء ملامتی کے سردار تھے۔

شہاب الدین سہروردی، شیخ اکبرؒ کے معاصر تھے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ کا زمانہ بھی ابن عربی کی اخیر عمر سے ملتا ہے کہ کیونکہ یہ ۶۰۴ میں پیدا ہوئے اور ۶۷۲ میں وفات پائی۔ فصوص الحکم کی تحریر کے وقت مولانا ۲۳ سال کے تھے اور امام غزالی شیخ اکبر سے ۵۵ سال پہلے گزرے ہیں۔

فصوص الحکم کا لفظی ترجمہ ۱۳۲۱ھ میں لکھنو سے شائع ہوا تھا۔ جس کے بارے میں علم نہیں کہ کس نے کیا تھا؟ حضرت محمد برکت اللہ لکھنوی فرنگی محل نے اس کو بامحاورہ ترجمہ میں بدلنے کی سعادت حاصل کی۔ اس پر مفید حواشی درج فرمائے۔ پھر اسے شائع کرنے کی سعادت تصوف فاؤنڈیشن لاہور کے بانی جناب ابونجیب حاجی محمد ارشد قریشی کے حصے میں آئی۔ مندرجہ بالا کوائف اسی کتاب سے مرتب کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

دلائل الخیرات

(درود شریف کی عظیم الشان کتاب)

حضرت ابوعبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی کثرت کے ساتھ اوراد وظائف میں مشغول رہا کرتے تھے، آپؒ کی تصانیف بے شمار، تصوف کے خزانے کا انمول ذخیرہ ہیں، آپؒ سے بڑی کرامات اور فواق عجیبہ، ظاہر ہوئے۔ آپؒ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے پابند اور عامل تھے، ہدایت کی غرض سے آپ شاگردوں کے ساتھ دور دراز کا سفر طے کرتے۔ ایک بار وہ ملک مراکش (افریقہ) میں گشت کرتے ہوئے شہر فاس کے ایک گاؤں میں پہنچے تو ظہر کی نماز کا وقت تنگ ہو چکا تھا، پانی کہیں نظر نہ آتا تھا کہ وضو کر لیا جاتا۔ بسیار کوشش کے بعد ایک کنواں ملا لیکن کنویں پر پانی نکالنے کے لیے رسی اور ڈول کا انتظام نہ تھا، سامنے ہی ایک مکان تھا جس کے دروازے پر آٹھ نو سال کی ایک لڑکی شیخ کی جستجو کو دیکھ رہی تھی، اس نے پوچھا اے شیخ اس پریشانی کا سبب کیا ہے؟ شیخ نے کہا میں محمد بن سلیمان جزولی ہوں۔ نماز کا وقت گزرا جاتا ہے لیکن وضو کو پانی میسر نہیں، لڑکی نے کہا، حیرت ہے تم اس قدر آرو اور مشہور شخص ہو کر اس کام سے عاجز ہو۔ لڑکی نے کہا ٹھہرو میں آتی ہوں۔ وہ باہر نکلی اور آن کر کنویں میں تھوک دیا، پانی ایکدم جوش میں آیا اور چاروں طرف بہہ نکلا۔ لڑکی تھوک کر گھر لوٹ گئی۔ نماز کے بعد شیخ نے کہا، پیاری بیٹی! تمہیں قسم اللہ پاک کی جس نے تمہیں پیدا کیا، سیدھا راستہ دکھایا میں تم کو خدا اور اس کے تمام پیغمبروں کا اور محمد رسول اللہ ﷺ کا جن کی شفاعت کی تم امیدوار ہو، واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اپنے اس مرتبے کا سبب بتاؤ۔ لڑکی نے کہا تم اتنی بڑی قسم نہ دیتے تو میں تمہیں ہرگز نہ بتاتی۔ پھر کہا میں فلاں درود پڑھتی ہوں جس کے سبب یہ مرتبہ مجھے حاصل ہوا ہے۔ شیخ نے لڑکی سے وہ درود پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ اسی سبب ان کے دل میں ایک عظیم شوق پیدا ہوا کہ وہ ایسی کتاب لکھیں گے جو درود کے بہترین الفاظ پر مشتمل ہو جس میں یہ درود بھی شامل ہوگا۔

Marfat.com

آپؒ کی تصانیف کا بیشتر حصہ تصوف سے جڑا ہے، آپ کے شاگردوں کی تعداد بیس ہزرار سے زیادہ ہے، جنہوں نے آپ سے علم فقہ اور تفسیر کا علم سیکھا، آپؒ نے مدینہ فاس (واقع مراکش) میں تحصیل علم کیا اور ایک طویل عرصہ وہاں تفسیر اور احادیث پڑھاتے رہے۔ پھر فاس پہنچے تو ان کی ملاقات حضرت شیخ محمد عبداللہؒ سے ہوئی جن سے نے انہوں نے علم باطن کے بہت سے نکات حاصل کئے پھر وہ خلوت خانہ میں داخل ہو گئے اور چودہ برس تک مراقبہ اور ریاضت کرتے رہے۔ بارہ ہزار چھ سو پینٹھ آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ اور نیک کاموں پر عمل پیرا ہونے کی بیعت کی۔

دلائل الخیرات وہی تصنیف ہے جو امام ابوعبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی نے لکھی۔ اس کے دیباچہ میں وجہ تالیف اور فضائل درود بیان کئے گئے ہیں۔ شیخ نے درود شریف کے مجموعہ کو سات حزبوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس کتاب کے وظائف کی تمام عالم اسلام بالخصوص حرمین شریف میں خاص مقبولیت حاصل ہوئی۔ صوفیا کا ماننا ہے کہ تلاوت قرآن پاک کے بعد دورد شریف کا پڑھنا بہترین ہتھیار ہے جس کی فرضیت وفضیلت خود قرآن پاک سے ثابت ہے۔ صاحب دلائل الخیرات نے درور پڑھنے کے بہت سے ثبوت قرآن پاک اور صحیح احادیث کے حوالے سے رقم کیے ہیں۔ یہ احادیث کا صحاح ستہ میں بھی موجود ہیں۔ تمام علماء ومشائخ ان جمع کئے گئے درودوں کو احادیث کی روشنی میں سند مانتے ہیں۔

دلائل الخیرات پڑھنے کے لیے ضروری ہے بدن کپڑا اور مکان پاک ہو، قبلہ رو ہو کر پڑھے۔ حضوری کے ساتھ تلاوت کرے، طلب ثواب اور امید شفاعت کے ساتھ پڑھے، زبان کے ساتھ دل بھی لگائے۔ اس طرح پڑھے کہ حضورؐ حاضر ہیں۔ قلب کے ساتھ پڑھے، رقت قلب کے ساتھ پڑھے۔ تعلق خدا کی طرف رکھے کسی سے بات نہ کرے، نجاست کی جگہ نہ پڑھے، پلید نہ ہو اور ہنسی ٹھٹھہ نہ کرے۔ وطئی، بول براز، گناہ کے وقت اور ناچ رنگ کی محفل کے قریب نہ پڑھے دلائل الخیرات کے درود سات حصوں میں تقسیم ہیں جنہیں پڑھنے کا طریقہ روزانہ کی بنیادوں پر مختلف طریقوں پر کتاب میں درج ہے۔

حزب الاول بروز پیر، حزب الثانی بروز منگل، حزب الثالث بروز بدھ، حزب الرابع بروز جمعرات، حزب الخاس بروز جمعہ، حزب السادس بروز ہفتہ اور حزب السابع بروز اتورار

جس درود کا پہلے ذکر ہوا، اس طرح ہے۔

اللھم صل علیٰ محمد وعلی ال محمد صلوۃ دائمۃ مقبوالۃ تودی بھا عنہ حقہ العظیم

Marfat.com

آپؒ کی وفات یکم ربیع الاول ۸۷۰ھ میں بمقام موس بہ حالت نماز فجر، پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں ہوئی۔ اور اسی روز ظہر کے وقت مسجد کے قریب مدفون ہوئے۔ پھر ۷ سال بعد شاہ مراکش نے آپ کی نعش مبارک سوس سے منتقل کرا کے قبرستان ریاض العروس واقع مراکش میں دفن کیا جس پر ایک عالیشان مقبرہ تعمیر کیا گیا۔ جب نعش برآمد ہوئی تو جسد اور چہرہ مبارک تازہ تھا۔ کہا گیا کہ جب چہرے انگلی لگائی تو خون باقاعدہ ایک طرف سرک گیا۔

(جنگ جمعہ مئی ۲۰۱۱ء)

Marfat.com

قصیدہ بُردہ شریف

(امام صالح شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن حسن البوصیریؒ)

سرکارِ دو عالم کا ذاتِ گرامی دنیا میں معلوم اوصافِ حمیدہ کا مکمل پیکر تھی۔ آپؐ کی سیرت پر لکھنا شائد سب سے مشکل کام ہے۔ نہ تو وہ الفاظ ایجاد ہوئے ہیں اور نہ ہی جذبہ وہاں تک پہنچا ہے کہ آپ کے فضائل کا احاطہ کر سکے۔ تمام سیرتیں ایک احساس تشنگی کے ساتھ آپ کے اوصاف حمیدہ کے بیان میں تشنگی کے ساتھ موجود ہیں۔ ایسی صورت دلوں میں بستی ہے اور اپنے والہانہ پن سے قریب ہو کر گذرتی ہے۔ اسلام کے آغاز میں ہی عربی شعرا نے حضورؐ کی ذاتِ اقدس کے بیان میں، عربی زبان کے اظہار کو چار چاند لگائے حضرت حسان بن ثابتؓ اولین عربی نعت گو شعرا میں بلند درجے پر فائز ہیں۔ آپ کے بعد جو شہرت امام بن سعید بوصیری کے حصے میں آئی وہاں تک کسی کے نصیب نے یاوری نہیں کی۔ انہوں نے متعدد قصائد آپؐ کی شان میں لکھے لیکن 'قصیدہ بردہ' نے انہیں لا کر اس صف میں سب سے اوپر کھڑا کر دیا۔

آپؒ کی ولادت مصر کے ایک قصبہ میں۔ ۷ مارچ ۱۲۱۳ء تحریر ہے۔ دینی رغبت، ذہانت اور مستعدی کے سبب آپ نے تیرہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ آپؒ کا کلام اس بات کا گواہ ہے کہ آپؒ کو علم حدیث، علم کلام، علم ادب بدیع، بیان اور صرف و نحو میں کمال حاصل تھا۔ ان کا دیوان بوصیری، کے نام سے چھپا۔ ان کے ہنر کا اعتراف شیخ الاسلام جلال الدین سیوطئی علامہ ابن العماد، حنبلی اور پطرس بستانی جیسے صاحب علم وادب لوگوں نے کیا ہے۔ نکلسن بھی بوصیریؒ کی قد آوری کا قائل ہے۔ بوصیریؒ نے کوچہ تصوف کی بھی خاک چھانی اور صوفی ابوالعباس احمد المرسیؒ کے مرید ہوئے۔ ساتویں ہجری ان کی امتیازی حیثیت کی گواہ ہے وہ وزیر زین الدین یعقوب بن زبیر کے پاس بطور خطاط ملازم رہے۔ ان کی شان میں قصیدے لکھے۔ عمر کا زیادہ حصہ درباداری میں گزرا۔ آخر آپ نے رسالت مآبؐ کی شان میں ایک قصیدہ لکھ کر اپنی ساری عمر کے گناہوں کی عذر خواہی کی۔ ان کا مجموعہ اشعار، دیوان بوصیری کے نام سے چھپا تھا۔

Marfat.com

بوصیریؒ کی ولادت پر مصر پر ایوبیوں کا قبضہ تھا، ایوبی شاہزادوں کی خانہ جنگیوں اور صلیبی عیسائیوں کے حملوں سے ملک میں بڑی افراتفری رہی جو ایک صدی تک جاری رہی ۔ گویا بوصیری کی ولادت سے وفات تک مصر وشام کی سیاسی فضا پر آشوب رہی ۔ چالیس سال کی عمر میں لوصیری کی ذہنی کیفیت میں انقلاب آنا شروع ہوا، تا آنکہ مشہور صوفی بزگ ابوالعباس احمد المرسی کے آستانہ پر جبین نیاز خم کی ۔ بعد کے دس سال عبادت وریاضت میں ارض حجاز کی مقدس فضاؤں میں رہے آخر میں 696ھ میں سفر آخرت پر روانہ ہوئے جس نے مصر قدیم کی آغوش میں سکون پایا۔

حضرت امام محمد بن البوصیریؒ فالج کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو ان کا نصف بدن بیکار ہو گیا۔ حکیموں کے علاج سے مایوس ہو کر اسی عالم مایوسی میں رسول الکریمؐ کی شان میں ایک قصیدہ تحریر کیا۔ اپنی غرض علاج کے لیے جمعہ کی رات تنہا ایک مکان میں خالص عقیدے کے ساتھ یہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ نیند آ گئی اور سو گئے ۔ خواب میں حضورؐ کا دیدار ہوا۔ تب حضورؐ نے اپنا ہاتھ مبارک شیخ کے ساکن اعضا پر پھیرا جس کی برکت پر شفا کاملہ عطا ہوئی ۔ صبح جب آپ کام کے سلسلہ میں بازار گئے تو کسی درویش نے رک کر سلام کیا اور کہا کہ میں تم سے وہ قصیدہ سننے کا متمنی ہوں ۔ جو تم نے حضورؐ کی شان لکھا اور پڑھا ہے۔ آپؒ نے کہا میں نے تو بہت سے قصیدے لکھے ہیں آپ کون سا قصیدہ سننا چاہتے ہیں ۔ درویش نے کہا جس کا آغاز 'امن کے تذکرے' سے شروع ہوتا ہے۔ آپؒ نے کہا میں نے کسی کو ابھی تک یہ قصیدہ نہیں سنایا آپ کو کیونکر علم ہوا۔ درویش نے کہا کل رات جب تم نے خواب میں آنحضرتؐ کے حضور پڑھا۔ حضورؐ نے منہمک ہو کر اسے سنا اور تمہیں شفا عطا فرمائی ۔ جب امام نے وہ قصیدہ اس درویش کو سنایا تو یہ راز لوگوں پر کھل گیا۔ قصیدے کی شہرت جب پھیل کر بہاالدین ملک طاہر کے وزیر تک پہنچی تو اس نے اس کو اس قدر متبرک جانا کہ ہمیشہ برہنہ سر و پا سنتے تھے۔

قصید بردہ دس فصلوں اور 165 اشعار پر مشتمل ہے۔

فصل اول: عشق رسول کا ذکر ہے۔

فصل دوم: نفسانی خواہشات کی نفی میں ہے۔

فصل سوم: نبی کریمؐ کی مدح میں ہے۔ نعت گوئی کا معراج ہے۔

فصل چہارم: آپؐ نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت بیان کی گئی۔

Marfat.com

فصل پنجم: آپ کی دعوت اسلام کی برکات کا بیان ہے جس میں آپ ؐ کے معجزوں کو نظم کیا گیا۔

فصل ششم: قرآن حکیم آپ ؐ کا سب سے بڑا معجزہ ہے اور تمام زمانوں کے لیے ہے۔
بلاغت قرآن کی کوئی مثال نہیں۔

فصل ہفتم: آپ کی معراج کا ذکر ہے۔

فصل ہشتم: آپ ؐ کی شجاعت اور جذبہ جہاد کا بیان ہے۔

فصل نہم: اللہ پاک سے طلب مغفرت اور نبی کریمؐ کی شفاعت کی درخواست ہے۔ اپنی غلطیوں کے اعتراف اور آپ ؐ کے ذریعہ نجات بننے کی، اور اس قصیدہ کی قبولیت کی التجا ہے۔

فصل دہم: بوصیریؒ کے گناہوں کا اعتراف اور التجا ہے کہ اس کے بڑے گناہوں کو صغیرہ سمجھا جائیگا۔

متبرک قصیدہ کے فضائل اس قدر کثیر ہیں کہ یہاں سب کا بیان ممکن نہیں تاہم اختصار کے ساتھ مشہور کتب کے حوالے سے خواص مذکور ہیں جو کچھ اسطرح ہیں۔

۱۔ عمر کی درازی کے لیے ہزار بار پڑھے۔

۲۔ دفع بلا کے لیے اکہتر بار پڑھے۔

۳۔ قحط کے واسطے تین سو بار پڑھے۔

۴۔ ولادت اور آسائش کے لیے سات سو مرتبہ پڑھے۔

۵۔ فرزند پیدا ہونے کے لیے ایک سو سولہ بار پڑھے۔

۶۔ ہر مشکل کے واسطے سات سو اکہتر بار پڑھے۔

۷۔ جو ہر روز ایک بار پڑھ کر دم کرے عمر دراز ہو۔

۸۔ شب جمعہ کو سترہ بار سات جمعہ تک پڑھے نیک بخت اور دولت مند ہو جائے۔

۹۔ جو اپنی خواب گاہ میں جس مطلب واسطے پڑھے اس کا مطلب خواب میں معلوم ہو جائیگا۔

۱۰۔ جو گلاب پر ہر روز ایک مرتبہ پڑھ کر سات دن کسی کو پلائے اس کا حافظہ خوب ہو جائے۔

۱۱۔ جسے کوئی سختی درپیش ہو تین روزے رکھے اور ہر روز اکیس بار پڑھے۔

۱۲۔ جس گھر میں یہ قصیدہ ہو وہ چور سے محفوظ رہے گا۔

۱۳ سفر میں پڑھا جائے تو سفر محفوظ رہے۔

Marfat.com

۱۴ قرضدار ہو تو ایک ہزار بار پڑھے۔

۱۵ جن پری کے آسیب کے لیے ایک بار روز چالیس دن تک پڑھے اور دم کرے۔

۱۶ دردِ زہ کے واسطے تین دفعہ گلاب کے پانی پر پڑھ کر پلایا جائے تھوڑا کمر پر ملا جائے۔

۱۷۔ جو قید ہو اسے پڑھا کرے۔ جلد رہا ہو گا۔

۱۸ جس زمین پر کھیتی نہ ہو۔ تخم دم کرے بوئے بہت پیداوار ہو۔

۱۹ قصیدہ بردہ جس مطلب کے لیے پڑھا جائے وہ مقصد حاصل ہو گا مگر اس کے لیے۔

حلال رزق اور حلال لباس درکا ہو گا۔ کم کھانا، کم سونا، اور کم بولنا ضروری ہے۔

Marfat.com

تصوف کیا ہے؟

حضرت مولانا روم کا شہرہ آفاق کلام، مثنوی، بانسری کے بیان سے شروع ہوتا ہے۔

"بانس کو سنو! یہ ایک کہانی سنا رہا ہے۔ جدائی کی کہانی، یہ کہہ رہا ہے۔ میں اپنی زمین سے جدا ہوں اور میری درد بھری آواز، عورتوں اور مردوں کو رُلا رہی ہے۔ میں اپنا درد کسی ایسے سینے پر کھول سکتا ہوں جسے جدائی کے زخموں نے تار تار کر دیا ہو۔ میں صرف اسے اپنا راز سنا سکتا ہوں جس نے محبت کا درد سہا ہو۔ ہر وہ شخص جو اپنے محبوب سے دور کر دیا گیا ہے، وہ اُس وقت میں واپس جانے کے لیے درد بھرا گیت گاتا ہے کہ جب وہ اپنے محبوب کے پاس تھا۔ یہ تڑپ مخلوق کی ہے محبوب خالق ہے اور بنسری ملاپ کا راستہ"

یہ ایک ازلی حقیقت ہے جس کی نسبت بہت سی غلط فہمیاں پائی گئی ہیں۔ للہیت سے بعض رکھنے والے تو الگ مذہب کے دعویدار بھی اس دور میں بکثرت مذہبی غلط فہمیوں کا ہے۔ کسی بھی مضمون پر حاوی ہونے کے لیے اس کے ظاہر و باطن، الفاظ و معنی، پوست و مغز، صورت و کیفیت سے کماحقہ واقف ہونا ضروری ہے۔ انسان مجموعہ ہے ظاہر و باطن کا۔ جب تک جسمانی اور روحانی نشو و نما، پہلو بہ پہلو جاری نہ ہو، انسانی ترقی کا دعویٰ غلط ہوگا۔ ایک ایسا دستور العمل جس کا منشاء اندرونی اصلاح ہو، ظاہری اصلاح کے بغیر مفید نہیں۔ یہ اندرونی اصلاح ہی رُوحانیت اور تصوّف کے نام سے موسوم ہے۔

لفظ تصوّف پر بہت باتیں ہو چکیں صُوف اور صُفہ کی تکرار سے سب واقف ہیں۔ روحانیت، باطنیت، سیرت اور تصوّف میں حقیقتاً کوئی فرق نہیں۔ Mysticism کی بنیاد یونانی ہے۔ آخری تجزیے میں اس کا مطلب ناقابل بیان ٹھہرتا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کے معنی کو بیرونی مناظر سے منقطع کر کے اپنے اندر جھانکنا ہے۔ اپنے وجود کے مظاہرے سے جو کچھ سمجھ میں آئیگا وہ یقیناً ناقابل بیان

Marfat.com

ہوگا۔ فکر و فلسفے کے دو بنیادی حوالے جو خاص طور پر نمایاں ہیں۔ ایک دنیا کا حوالہ ہے اور دوسرا حوالہ دوئی کے تصور سے تعلق رکھتا ہے۔ انہی دو حوالوں کے درمیان انسانی فطرت قیام کرتی ہے۔ دوئی کا مقام انسانی فطرت میں خالقِ کائنات سے رابطے کے سوال کو پیدا کرتا ہے۔ اس نظامِ فکر میں انسانی دل وہ مرکز ہے جہاں دوست کا گزر ہوتا ہے۔ اس طرح دوئی کا کائناتی تصور انسانی رشتہ کے ذریعے زائل ہو جاتا ہے۔ یہ نظام فکر دل کو مرکز بنا کر دوست کو ہر جگہ حاضر اور موجود گردانتا ہے۔ تصوّف کے لفظی معنی جو بھی ہوں اس کا سیدھا سادا مطلب اللہ سے لو لگانا ہے، یا پھر اللہ سے جڑ جانا ہے جہاں کہ ہر قسم کی دوئی ختم ہو کر مکمل یکسوئی حاصل ہو جائے، اللہ اور بندے کے درمیان کسی قسم کا کوئی حجاب یا پردہ باقی نہ رہے۔

تصوّف کا لفظ یونانی لفظ سوفیہ سے گہرے صرفی مراسم رکھتا ہے۔ سوفیہ یونانی زبان میں دانش وحکمت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ عربی زبان میں صوفی وہ ہے جسے خداوند کریم نے دل کی صفائی بخشی ہو اور اس نے اپنے اخلاق و عادات کو سادہ، مہذب اور شائستہ بنا لیا ہو۔ گویا عربی میں صوفی سے مراد وہ شخص ہے جو تعیش سے مزاحم ہو اور دین کی سادگی پر کاربند ہو۔ یہ تمام الفاظ ایک خاص الوہی دانش اور روحانی تعمیر و تطہیر کے عکاس ہیں۔ یہ دانش، یہ جذبہ تعمیر و تطہیر خالص شعور میں جنم لیتا ہے اور خالص شعور اس وقت جنم پذیر ہوتا ہے جب شعور سے زمانی و مکانی کثافتوں کا بوجھ اتر جاتا ہے۔ جب شعور اس بوجھ سے آزاد ہوتا ہے تو دل کی حکمت کا جنم ہوتا ہے۔

ہرمیانی دانش جس نے حضرت ذُوالنّون کو متاثر کیا اہرامِ مصر سے بھی قدیم تر ہے۔ روضۃ الکبرٰی کے دورِ عروج میں یہ روایت مشہور تھی کہ مصری روحانی شخصیات کے سینوں میں خفیہ دانش کے خزانے دفن ہیں۔ یہ دانش کم و بیش وہی تھی جسے آج ہم تصوّف کے نام سے یاد کرتے ہیں اس عظیم دانش کی بنیاد اس عظیم راز پر تھی کہ سب ایک ہے، ایک سب ہے۔

قرآن مجید نے قدیم مصری سری روایات میں نئی روح پھونکی اور انسان کو ذاتِ خداوندی سے ازسرِ نو رشتہ استوار کرنے کی راہ دکھلائی۔ منصور کا اعلانِ حقیقت کے احساس کا ثمر تھا کہ خدا حقیقت ہے اور وہ واحد لاشریک ہے۔

گویا صوفی اس کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو حق میں فنا کر دے اور اس کے اندر کوئی کدُورت اور تیرگی باقی نہ رہے۔ تصوف دو جزوں کا مرکب ہے، علم اور عمل۔ یہاں علم اور ادراک، عام طریقہ سے

Marfat.com

مختلف ہے۔ تمام حکماء اور علماء کے نزدیک ادراک کا ذریعہ حواس ظاہری اور باطنی ہیں۔ حضراتِ صوفیا دعویٰ کرتے ہیں کہ مجاہدہ، ریاضت، مراقبہ اور تصفیہ قلب سے ایک خاسہ پیدا ہوتا ہے جس سے ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جو حواس ظاہری اور باطنی سے معلوم نہیں ہوتیں۔ تصوف کی راہ میں صحابہ کرام کی وہ جماعت جو سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں علم دین حاصل کرتے۔ مشکوٰۃ نبوت سے اقتباس کرتے، دنیا سے بے تعلق، مفلس و نادار، مسجد نبوی ﷺ کے باہر ایک چبوترے پر قیام پذیر متوکلانہ بسر اوقات کرتے تھے۔ وہ تمام تکالیف کو منجانب اللہ سمجھ کر صبر کرتے اور انہوں نے ماسوائے اللہ کو ترک کر دیا تھا۔ حضرت ذُوالنون مصریؒ نے کہا کہ صوفی وہ ہے جس نے تمام چیزوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کو اختیار کر لیا ہو اور اللہ اسے دوست رکھتا ہو۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ کے مطابق ''درگاہِ الٰہی میں غم زندگی بسر کرنے کا نام تصوف ہے۔'' جنید بغدادیؒ کے نزدیک:

''ماسویٰ اللہ کو ترک کرنا اور خود فنا ہو جانا تصوف ہے''

کشف المحجوب کے مصنف نے کہا کہ تصوف والوں نے اپنے اخلاق اور معاملات میں آفات سے چھٹکارا پا لیا ہے اس لیے ان کو صوفی کہتے ہیں۔ صوفی در حقیقت وہی ہے جو بشری کدورت سے آگے نکل گیا ہو۔ صفائے باطن اللہ کے دوستوں کی صف ہے۔ نفسانی خواہشات سے پاک، محبوب حقیقی کی ذات میں مستغرق اور ماسویٰ سے بیزار شخص ہی صوفی ہے۔ تصوف حقیقتاً خدا کی صف ہے جو رسمی طور پر بندے میں آ جائے۔ ابن جلاءؒ نے کہا کہ اپنی ذات کی طرف سے آنکھ بند کر لینے میں حق تعالیٰ کی طرف آنکھ کھل جاتی ہے۔ محمد علیؓ بن الحسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ تصوف خوش خلقی کا نام ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے برادر اولیاء و اصفیا کے مقتدا حضرت ابوالحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ کا درجہ طریقت میں انتہائی بلند اور شان بڑی عظیم تھی۔ آپؓ اصولِ حقیقت کی باریکیوں پر مکمل دسترس رکھتے تھے جب آپؓ سے پوچھا گیا کہ مشکل ترین کام کیا ہے تو فرمایا:

''دل کو اللہ سے لگا کر غیر سے بے پروا ہو جانا''

حضرت حسنؓ کو میدانِ طریقت میں نظر کامل اور تصوف کی باریکیوں کے بیان میں عبور حاصل تھا۔ آپؓ نے فرمایا:

''باطن کے اسرار کی حفاظت کرو کیونکہ اللہ دل کے بھیدوں کو جانتا ہے''

Marfat.com

قرآن عظیم نے بنی نوع انسان کو مناظر قدرت کے مشاہدہ کی تلقین کی ہے۔

تصوف کی بنیاد چھ چیزوں پر ہے۔

۱۔کائنات کی حقیقت فقط خلا اور سناٹا ہے۔وقت کی گذران دراصل انسان کے تصورات ہیں انسان ختم ہوا تو وقت بھی ختم ہوجائیگا۔خلا اور سناٹا انسان سے پہلے بھی وجود رکھتے تھے اور انسان کے بعد بھی قائم رہے۔

۲۔نیکی اور بدی ہمارے مفروضے میں درحقیقت نیکی کی نشاندہی ناممکن ہے اور فی نفسہٖ بدی بھی کوئی چیز نہیں۔

۳۔ہم محض خدا کے ذہن میں آنے والے خیالات ہیں۔جب تک خدا دنیا کے بارے میں سوچ رہا ہے دنیا قائم ہے۔جس لمحے خدا ہمیں سوچنا چھوڑ دے گا ہم معدوم ہوجائیں گے۔ہر مرنے والے کے ساتھ اللہ کی ایک آنکھ بند ہوجاتی ہے۔ہر نوزائدہ بچے کے ساتھ خالق خود کو از سرنو دیکھتا ہے۔

۴۔کثرت میں وحدت ہے۔پھول،شفق،بادل،خاک،پانی،ہوا اور دنیا کی تمام جاندار اشیاء عدم کے مقابل وجود کی حامل ہیں اور وجود ایک ہے۔دوسری چیز عدم ہے۔(اس مقام پر ہیگل کو بھی صوفی کہا جاسکتا ہے)۔

۵۔الہام اور انکشاف کے زیر سایہ چلنے والا شخص حقیقت تک رسائی رکھتا ہے۔منطق اور استدلال راہ کی رکاوٹیں ہیں۔

۶۔زمین پر ایسے بشر بھی ظہور کرتے ہیں جو زندگی ہی میں خدائی صفات کے حامل ہوجاتے ہیں۔

تصوف کے متعلق مغرب سے چار قسم کی قیاس آرائیاں قائم ہیں۔

اول یہ کہ تصوف عیسائی فلسفہ روحانیت Mysticism کی پیداوار ہے۔

دوم یہ کہ ہندو فلسفہ روحانیت سے ماخوذ ہے۔

سوم یہ کہ تصوف بدھ فلسفہ روحانیت کی پیداوار ہے۔

چہارم یہ کہ تصوف یونانی اثرات یعنی Neoplatonism کا مرہون منت ہے۔یہ چاروں متضاد نظریات ایک دوسرے کی تردید کے لیے کافی ہیں۔ایک گروہ اس کے علاوہ بھی ہے جو ان چاروں نظریات کو غلط اور بے بنیاد قرار دیتا ہے اور تصوف کو قرآن اور سنت کی پیداوار ثابت کرتا ہے۔اس گروہ کا سردار فرانس کا نامور سکالر Massignon ہے جو شیخ حسین ابن منصور حلاج پر یورپ میں اتھارٹی مانا

Marfat.com

جاتا ہے۔اس نے حقیقت کی تلاش میں مسلم ممالک کا سفر کیا۔صوفیاء کرام سے ملاقاتیں کیں۔اصل مخطوطات دیکھے۔اولیاء کرام کی زندگیوں کا گہرا مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ تصوف کا ماخذ قرآن اور سنّتِ نبوی ہے۔ڈاکٹر نکلسن جو اوائل عمر میں عیسائی اور نو افلاطونی Neoplatonism کا معتقد تھا آخری عمر کی کتاب Idea of Personality of God in Islam میں اعتراف کرتا ہے کہ تصوف کی ہر چیز کی جڑ قرآن اور سنت میں ہے۔قرآن کو سمجھے بغیر تصوف کو سمجھا نہیں جا سکتا۔تھالک Tholuck نے لکھا کہ پہلے میرا خیال تھا کہ تصوف کا ماخذ مجوسی فلسفہ روحانیت ہے۔لیکن بعد میں اسے ترک کر کے اس نتیجہ پر پہنچا کہ تصوف کی اصل عربستان کی عزلت نشینی ہے۔ڈاکٹر نکلسن نے پہلے کہا کہ قرآن انجیل سے ماخوذ ہے۔بعد میں اس نے لکھا کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تصوف کی اصل قرآن اور سنت ہے۔ولیم سٹوڈارڈ William Stodard نے Sufism میں لکھا ہے کہ اسلام کے بغیر کوئی تصوف نہیں۔جرمنی کی مشہور سکالر این میری شمل Anne Marie Schimmel نے تصوف کا سب سے گہرا مطالعہ کیا۔وہ اکابر صوفیا کا ذکر بڑے ادب و احترام سے کرتی ہے۔

لکھتی ہیں کہ تصوف کا منبع پیغمبر اسلام ہیں اور تصوف کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے۔صوفی ازم کی اصل محمد ﷺ اور محمدؐ ہی روحانیت کی پہلی کڑی ہیں۔محمدؐ سے علوم ولایت ان کے چچازاد بھائی علیؓ بن ابی طالبؓ کو حاصل ہوئے۔پروفیسر این میری شمل نے ایک جگہ ایک اور مستشرق پری نیویا Perenwya کا ایک اقتباس پیش کیا ہے۔

> ''پیغمبر اسلام کے اہل بیت میں امام جعفرؒ تصوف کے سب سے بڑے معلم ہیں۔امام صاحب کی تفسیر جو سلیمی کی تفسیر میں محفوظ ہو چکی ہے حقائق تصوف کا بہترین خزانہ ہے''

حضرت بایزید بسطامی اور منصور حلاج کے بعد اسلامی تاریخ میں بہت سی روحانی شخصیات کا جنم ہوا جس میں امام غزالیؒ کا مقام سب سے الگ ہے۔تیرہویں صدی میں حضرت محی الدین ابن عربی کی فکر اور روحانی تجربات نے صوفیانہ فکر اور فلسفے کو عروج دیا۔ابن عربی ہسپانوی فلسفی اور صوفی سمجھے جاتے تھے جس کی شہرہ آفاق کتاب فصوص الحکم کو کلاسیکل تصوف کی بائیبل کہا جا سکتا ہے۔اس صدی میں عظیم فارسی شاعر اور مولانا جلال الدین رومیؒ پر مثنوی الہام ہوئی۔مولانا روم کے منظر پر آنے سے ہی ایران

Marfat.com

میں صوفیانہ شاعری کا آغاز ہوتا ہے۔ تیرہویں صدی میں تصوف ایران اور مشرق وسطیٰ میں پہنچ چکا تھا اور یہاں سے مختلف سلاسل سے وابستہ صوفیائے کرام نے ہندوستان کا رخ کیا۔ ہندوستان نے طویل روحانی تاریخ کا حامل خطہ ہونے کی وجہ سے اس نئے عقیدے کے لئے باہیں کھول دیں۔ ہندوستان میں داخل ہونے والے اولین صوفیاء کرام کا تعلق سلسلہ سہروردیہ سے تھا۔ اب اس وقت پاک و ہند میں سب سے بڑا روحانی سلسلہ معین الدین چشتی کا قائم کردہ سلسلہء چشتیہ ہے۔ تمام سلسلہ ہائے تصوف نے اس بات سے اتفاق کیا کہ تصوف شریعت کے بغیر کچھ نہیں اور اس صوفی جو شریعت پر مداومت نہیں کرتا خائن ہے۔ گمراہ ہے اور زندیق ہے۔ شریعت اور تصوف کے باہمی ربط کو تلاش کرتے ہوئے، تاریخ اسلام میں دو جوابات پائے جاتے ہیں۔ پہلے جواب کے مطابق تصوف کسی طور پر بھی شریعت سے مختلف نہیں ہے۔ شریعت وہ علم ہے جو ہر کس و ناکس حاصل کر سکتا ہے۔ تصوف وہ عمل ہے جس سے یہ علم کسی کسی کے لئے ذاتی عرفان بن جاتا ہے۔ یعنی تصوف علم الیقین، عین الیقین میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ تصوف کی مدد سے بالآخر آنکھ اُسے دیکھتی ہے۔ دوسرے جواب کے مطابق تصوف ممنوعات میں سے ہے۔ اس کا راہی مکروہ ہے۔ یہ عجم کے راہ گم کردہ لوگوں کی سرگردانی ہے۔ عرب کے عملی ذہن کی اس سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ تصوف شرک ہے، حرام ہے، کفر ہے۔

دونوں مدرسوں کے سرگرم نمائندے اپنے اپنے نقطہ نظر کے دفاع میں گھنٹوں، دنوں، ہفتوں اور مہینوں بولتے ہیں۔ منصور حلاج پر دوبارہ مقدمہ دائر کیا جاتا ہے از سرِ نو سماعت ہوتی ہے کبھی سابقہ فیصلہ برقرار رکھا جاتا ہے اور کبھی اسے باعزت بری کر دیا جاتا ہے۔

منصور کے انا الحق کہنے کا مطلب دراصل یہ تھا۔

"کہ میں نہیں ہوں حق ہے"

کیا یہ بات کہنے پر منصور اپنے انجام کا سزاوار تھا۔ اس سوال پر دل دہلا دینے والی خاموشی ہے۔

Marfat.com

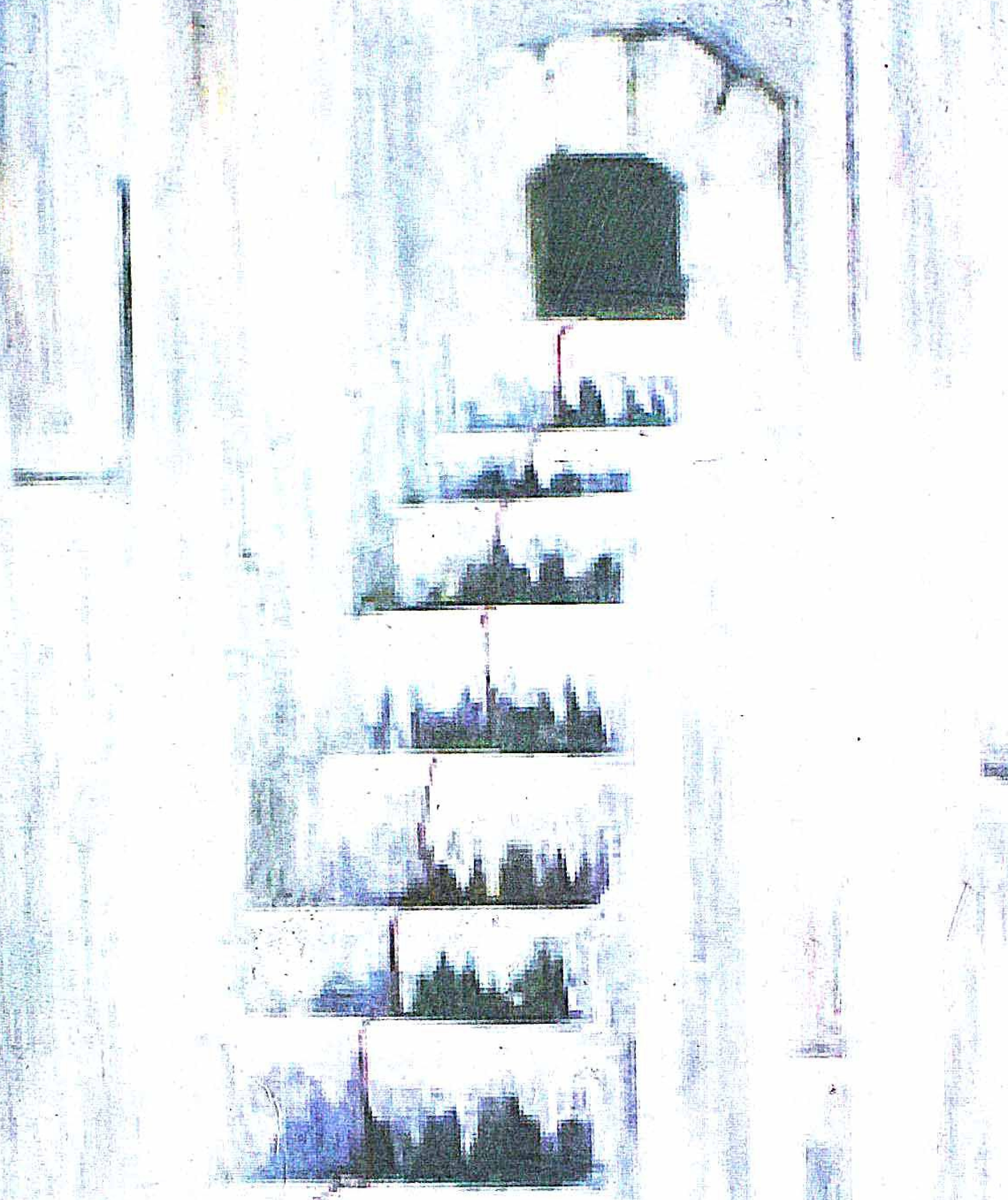

کسبِ کمال

(دینی مقالات)

شاہد زبیر

Marfat.com